تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی

شرعی حیثیت
اور
شبہات کا ازالہ

مولانا گوہر رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

شیخ القرآن والحدیث جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان

ناشر: مکتبہ تفہیم القرآن مردان

تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی

شرعی حیثیت

اور

شبہات کا ازالہ

مولانا گوہر رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

شیخ القرآن والحدیث جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان

ناشر: مکتبہ تفہیم القرآن مردان

فہرست عنوانات

نام کتاب	تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی شرعی حیثیت اور شبہات کا ازالہ
مصنف	مولانا گوہر رحمٰنؒ
صفحات	64
ناشر	مکتبہ تفہیم القرآن مردان
سرورق	اضواء گرافکس لاہور
مطبع	الکریم پرنٹرز لاہور
تاریخ طباعت	ستمبر 2016ء
تعداد بار سوم	1100
قیمت	-/90

ناشر: مکتبہ تفہیم القرآن مالاکنڈ روڈ مردان۔

فون: 0937-841312,841166

موبائل: 0315-5714217

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیش لفظ

اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنی کائنات کے لئے ایک تکوینی نظام بنایا ہے جس سے سر مو سر تابی اور انحراف کی قوت کسی بھی چیز کو حاصل نہیں ہے لیکن اس نے ایک تشریعی نظام بھی اپنے رسولوں کے ذریعے بھیجا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے ذی عقل بندوں کو آزماتا ہے کہ کون اس نظام کا اپنی خوشی اور ارادے سے وفادار اور پابند رہ کر اپنے ابدی مستقبل کو سنوارتا ہے اور کون اس سے انحراف کر کے اپنے حقیقی مستقبل کو بگاڑتا ہے اور تاریک بناتا ہے؟ یہ نظام عقل و دانش اور حکمت و مصلحت کے خلاف نہیں ہے اس میں اجتہاد کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی گئی ہے بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی ترغیب دلائی گئی ہے اسی طرح اس ہمہ گیر، عالمگیر اور ابدی نظام میں حالات و واقعات اور عرف و عادات کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ مصالح مرسلہ اور مباحات کے وسیع دائرے میں بہت سے معاملات کے فیصلے حالات و عادات کے مطابق کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور بہت سے احکام عرف و عادت اور حالات و واقعات کی تبدیلی سے تبدیل کرنے کی گنجائش بھی اس نظام میں موجود ہے۔ جدید سے جدید ٹیکنالوجی اور علوم و فنون سے استفادہ کرنا اور جدید ترین وسائل دعوت و تبلیغ اور ذرائع نشر و اشاعت کا استعمال کرنا وقت ہی کا تقاضا نہیں ہے بلکہ شریعت کا تقاضا بھی ہے۔ لیکن اس بات کو کوئی بھی صاحب ایمان نظر انداز نہیں کر سکتا کہ اللہ کے اس تشریعی نظام (دین اسلام) میں بالادستی اور برتری قرآن و سنت کو حاصل ہے اور اس کے احکام کا اصل ماخذ عقل انسانی اور عرف و عادت نہیں ہے بلکہ وحی الہی ہے۔ جو حکم عرف و عادت پر مبنی نہ

ہو بلکہ آیات یا احادیث سے ماخوذ ہو اور صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین نے ان کی ایک تعبیر و تشریح طے کر دی ہو تو اسے نہ حالات و عادات کی وجہ سے تبدیل کیا جا سکتا ہے اور نہ اسے دور جدید کے متجددین اور شتر بے مہار قسم کے مجتہدین کے تجدد و اجتہاد کا تختہ مشق بنایا جا سکتا ہے البتہ "الضرورات تبیح المحظورات" کے شرعی قاعدے کے تحت بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت رخصت دی جا سکتی ہے۔

(۲) مغرب کی دین و مذہب سے آزاد حیوانی تہذیب میں بت سازی، تصویر سازی اور فوٹو گرافی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور بد قسمتی سے مسلمان سیاست دانوں کی سیاست بھی مصورین اور فوٹو گرافروں کے گھیرے اور نرغے میں آچکی ہے۔ حالانکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اسلامی تحریک اور آپ کی اسلامی سیاست نہ صرف یہ کہ تصویر سے خالی تھی بلکہ تصویروں اور مجسموں دونوں کو مٹانا آپ کے لائحہ عمل میں شامل تھا۔ اگر دعوت و جہاد اور سیاست و حکومت میں تصویروں کی کوئی افادیت ہوتی تو حرمین میں، مکہ و مدینہ کی گلیوں میں، مجاہدین کے محاذوں اور کیمپوں میں رسول اللہ ﷺ کی تصویر کے بینر لٹکا دیئے جاتے اور سیرت و حدیث کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نظر آجاتا لیکن یہ تذکرہ ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آتا، فوٹو گرافی تو دور نبویؐ اور دور صحابہؓ میں موجود نہیں تھی لیکن تصویر سازی کے ماہرین تو ہر جگہ دستیاب تھے اسی طرح اگر کسی کی تصویر یادگار کے طور پر بنانا اور رکھنا جائز ہوتی تو اصحاب رسول آپ کی تصویر بنا کر محفوظ کر لیتے اور آج ہم آپ کے حلیہ مبارکہ اور صورۃ مقدسہ کو بچشم سر دیکھنے کی سعادت بھی حاصل کر لیتے۔ لیکن تصویر نہ دعوت و تحریک کے لئے ضروری ہے، نہ قتال و جہاد کے لئے ضروری ہے اور نہ حکومت و سیاست کے لئے ضروری ہے۔ آج بھی متعدد جہادی اور تبلیغی تنظیمیں تصویر کے بغیر جہاد اور تبلیغ کا فرض بھی ادا کر رہی ہیں اور لاکھوں کے اجتماعات بھی تصویروں کے بغیر کر رہی ہیں۔ ہمارے پڑوس میں افغانستان کے طالبان کی اسلامی تحریک بغیر تصویر کے حکومت بھی چلا رہی ہے اور اپنی تحریک

بھی چلا رہی ہے۔ اگر فوٹو گرافی اور تصویر سازی دعوت و جہاد کے لئے ضروری ہوتی تو تبلیغی جماعت، لشکر طیبہ، طالبان اور اس قسم کی دوسری تنظیموں کی سرگرمیاں ختم ہو جاتیں لیکن یہ تو چل رہی ہیں، خوب چل رہی ہیں اور تصویروں کے بغیر چل رہی ہیں۔

(۳) تصویر کے مسئلے پر علماء راسخین کی تحریریں کافی و شافی ہیں۔ لیکن میں نے بھی ایک سوال کے جواب میں تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ ایک تحریر لکھی ہے اسے پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے تاکہ دین کے ایک حکم کو سطور میں محفوظ کر کے آئندہ نسلوں تک منتقل کر دیا جائے اور ہو سکتا ہے کہ اس تحریر کو پڑھ کر اللہ کی توفیق سے کچھ لوگ اس فتنے سے باز آجائیں۔ مجھے احساس ہے کہ آج کل اس قسم کی تحریریں لکھنے والے پر قدامت پسندی، روایتی مولویت اور بنیاد پرستی کی پھبتی کسی جاتی ہے لیکن اسلام نہ قدامت پسند ہے اور نہ جدت پسند ہے بلکہ حق پسند ہے اور حق کا معیار قرآن و سنت ہے۔

علماء دین کا کام حق جوئی، حق پرستی اور حق گوئی ہے۔

واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل

گوہر رحمان

صدر ادارہ تفہیم الاسلام مردان

و مدیر جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان

۱۴ ستمبر ۱۹۹۹ء ۳ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمان الرحیم ط

سوال

محترم مولانا گوہر رحمان صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے خیریت سے ہوں گے اور دین حق کی سربلندی کے لئے مصروف کار ہوں گے۔ میں خود تو عالم دین نہیں ہوں لیکن علماء کی مجالس میں ضرور بیٹھا ہوں۔ اور ان کی تقریریں سنتا اور تحریریں پڑھتا رہتا ہوں۔ میں نے مولانا مودودی کی تفہیم القرآن کا مطالعہ کیا ہے جس میں انہوں نے فوٹو کے عدم جواز پر کافی احادیث جمع کی ہیں اور سیاسی لیڈروں، جلسوں جلوسوں کی تصویروں کو بھی ممنوع قرار دیا ہے ملاحظہ کیجئے تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۸۰ تا ۱۸۹ اسورہ سبا حاشیہ ۲۰ اور رسائل ومسائل حصہ اول ۱۵۴ تا ۱۵۶۔ لیکن عملاً جماعت اسلامی کے لیڈروں کی تصویریں بھی پوسٹروں اور اخبارات میں چھپتی ہیں اور دوسری دینی تنظیموں کے راہنماؤں کی تصویریں بھی چھپتی ہیں۔ اس مسئلے پر جماعت اسلامی نے علماء کی ایک کمیٹی بھی بنائی تھی معلوم نہیں اس کمیٹی نے کیا رپورٹ دی تھی میں نے ضلع بونیر کے ذمہ داروں کے ایک اجتماع میں بھی یہ مسئلہ اٹھایا تھا مگر مجھے کہا گیا کہ بعض علماء موجودہ دور میں تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں بہر حال آپ سے درخواست ہے کہ مہربانی فرما کر اس بارے میں میری راہنمائی کریں اور مسئلے کی مکمل وضاحت فرمائیں۔ میرے نزدیک یہ بڑا اہم مسئلہ ہے کیونکہ اس بارے میں احادیث رسول موجود ہیں اور اس کا تعلق توحید سے ہے میں اس مسئلے میں الجھن اور ذہنی پریشانی میں پڑ گیا ہوں امید ہے کہ آپ میری راہنمائی فرمائیں گے۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین والسلام

ابوذر، چینہ تحصیل ڈگر ضلع بونیر

بسم اللہ الرحمان الرحیم ط

جواب

محترم جناب برادرم ابوذر صاحب چینہ بونیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !آپ کا خط مل چکا تھا جواب درج ذیل ہے۔

ذی روح یعنی جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے خواہ حیوان کی ہو یا انسان کی۔اس بارے میں احادیث وآثار اور فقہاء ومجتہدین کے اقوال کا اتنا زیادہ مواد موجود ہے کہ اس سے ایک پوری کتاب مرتب کی جاسکتی ہے دور حاضر کے دو ممتاز علماء مولانا مودودیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ نے اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے (ملاحظہ کیجئے تفہیم القرآن اور معارف القرآن سورۃ سبا آیت نمبر ۱۳) مفتی شفیعؒ کا تصویر کے مسئلے پر مستقل رسالہ بھی چھپا ہوا موجود ہے اور باقی علماء راسخین نے بھی اپنے اپنے اسلوب بیان میں جاندار کی تصویر کی حرمت وممانعت کو ثابت کیا ہے بلکہ اس موضوع پر سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی کا عدالتی فیصلہ بھی موجود ہے کہ شناختی کارڈ' پاسپورٹ اور اس نوع کی دوسری ضروریات کے لئے تصویر سازی کی تو رخصت ہے 'لیکن بغیر ضرورت کے' جاندار کی تصویر بنانا اور رکھنا حرام ہے۔(ملاحظہ کیجئے جسٹس تقی عثمانی کے عدالتی فیصلے 'طبع ادارہ اسلامیات لاہور' ص ۹۵ تا ۱۴۳)

صحیح احادیث میں سے سب سے زیادہ مضبوط اور قوی حدیث وہ ہوتی ہے جسے بخاری ومسلم نے نقل کیا ہو اور بخاری اور مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ

"عن ابن مسعودؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول ان اشد الناس عذابا

یوم القیمة المصورون"

"ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت کے روز سخت ترین عذاب پانے والے وہ لوگ ہونگے جو تصویر بنانے والے تھے"
(صحیح بخاری کتاب اللباس باب عذاب المصورین صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورة الحیوان)

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیمة یقال لھم احیوا ماخلقتم " بے شک جو لوگ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا اور ان کو کہا جائے گا جو تصویریں تم نے بنائی تھیں ان میں جان ڈال کر زندہ کرو" (صحیح بخاری کتاب اللباس باب عذاب المصورین صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورة الحیوان)

یہ دو متفق علیہ حدیثیں بطور مثال نقل کی گئی ہیں ورنہ اس بارے میں کافی ذخیرہ موجود ہے۔ مولانا مودودیؒ نے تفہیم القرآن میں ۱۴ احادیث رسول، اور حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کا طرز عمل نقل کرنے کے بعد انہی احادیث واثار کی بنا پر علامہ بدر الدین عینی حنفیؒ، امام نوویؒ شافعی ابن العربی مالکیؒ اور ابن حجر عسقلانی شافعی کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ۔ "اس تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں تصاویر کی حرمت کوئی مختلف فیہ یا مشکوک مسئلہ نہیں ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے صریح ارشادات، صحابہ کرام کے عمل اور فقہاء اسلام کے متفقہ فتاوی کے رو سے ایک مسلم قانون ہے جسے آج بیرونی تقاضوں سے متاثر لوگوں کی موشگافیاں بدل نہیں سکتیں" (تفہیم القرآن ص ۱۸۷، ج۔ ۴) مولانا مرحوم نے رسائل و مسائل میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ "لیڈروں کی تصویریں اور جلسے جلوسوں کی تصویریں کسی طرح بھی جائز اور حقیقی ضرورت کی تعریف میں نہیں آتیں،

خصوصاً لیڈروں کی تصویریں تو بندگان خدا کو اس خطرے کے بہت ہی قریب پہنچادیتی ہیں، جس کی وجہ سے تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے یہ کانگرس کے اجلاس میں گاندھی جی کا باون فٹ لمبا فوٹو، یہ پولینڈ پر روسی قبضہ کے بعد ہی اسٹالین اور پولٹ بیرو کے ارکان کی تصویروں کا لوگوں کے سروں پر مسلط رہنا، یہ جرمن سپاہیوں کا ہٹلر کی تصویر کا سینے سے لگائے پھرنا اور ہسپتال میں مرتے وقت اس کی تصویر کو آنکھوں سے لگا کر جان دینا، یہ سینما میں شاہ انگلستان کی تصویر سامنے آتے ہی لوگوں کا کھڑا ہو جانا، یہ سکوں پر بادشاہ کی تصویر کا بطور علامت حاکمیت ثبت کیا جانا کیا بت پرستی کی جڑیں نہیں ہیں؟ آخر اسی لئے تو اسلام نے تصویر کو حرام کیا ہے کہ انسان کے دل ودماغ پر خدا کے سوا کسی دوسرے کی کبریائی کا نقش قائم نہ ہونے پائے۔ میں تو چھوٹے بچوں کی تصویریں لینے کو بھی اس لئے حرام سمجھتا ہوں کہ معلوم نہیں کہ ان بچوں میں آگے چل کر کس کو خدا بنالیا جائے اور اس کی تصویر فتنہ کی موجب بن جائے کنھیا جی کی بچپن کی تصویر آج تک پج رہی ہے۔ لہذا آپ اپنے دوست کو سمجھا دیجئے کہ ان کا پیشہ شریعت کے نقطۂ نظر سے جائز نہیں ہے اگر وہ خدا کا خوف رکھتے ہیں تو بتدریج اس پیشہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا ذریعہ معاش تلاش کرلیں۔ اخلاقی تنزل کا بدترین مرتبہ یہ ہے کہ آدمی جس گناہ میں مبتلا ہو اسے جھوٹی تاویلوں سے صواب ٹھہرالے اس گڑھے میں گرنے کے بعد پھر آدمی کے سنبھلنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا (رسائل ومسائل حصہ اول) ص۔ ۱۵۵، ۱۵۶ طبع۔ مئی ۱۹۶۸ء)

کیا غیر سایہ دار تصویر بنانا جائز ہے؟

تصویر کی حرمت کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان سب میں مجسم اور غیر مجسم تصویر یعنی سایہ دار اور غیر سایہ دار تصویر کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا بلکہ ذی روح کی تصویر کی مذمت اور ممانعت کا حکم مطلقا بیان ہوا ہے لیکن بعض لوگوں کو

ایک دوسری حدیث کی وجہ سے اشکال واشتباہ پڑ سکتا ہے اس لئے اس کی وضاحت بھی ضروری ہے' وہ حدیث یہ ہے " بسر بن سعیدؓ زید بن خالد سے اور وہ ابو طلحہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔ بسر کہتے ہیں کہ بعد میں جب زید بیمار ہوئے اور ہم لوگ ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے تو اس کے دروازے پر ایسا پردہ لٹک رہا تھا جس پر تصویر تھی۔ چنانچہ میں نے عبید اللہ سے جو حضرت میمونہ کا پروردہ تھا' کہا کہ کیا گذشتہ روز زید نے ہم کو تصویروں کے بارے میں حدیث نہیں بتائی تھی ؟ تو عبید اللہ نے فرمایا جس وقت وہ بتا رہے تھے کیا تو نے اس وقت ان سے یہ بات نہیں سنی تھی ؟ کہ الا رقما فی ثوب مگر کپڑے پر نقش کی اجازت ہے (صحیح بخاری کتاب اللباس باب من کرہ القعود علی الصور' صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان) اس مضمون کی دوسری حدیث ترمذیؒ نے بھی نقل فرمائی ہے کہ (عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ وہ ابو طلحہ انصاریؓ کی بیمار پرسی کے لئے جب ان کے گھر گئے تو اس کے پاس سہل بن حنیفؓ بھی موجود تھے۔ ابو طلحہ نے ایک شخص کو بلایا تاکہ وہ اس کے نیچے سے چادر کھینچ کر نکال لے۔ سہلؓ نے کہا کیوں نکلوا رہے ہو ؟ تو ابو طلحہؓ نے فرمایا کہ اس لئے نکلوا رہا ہوں کہ اس میں تصاویر بنی ہوئی ہیں اور تصاویر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ کو معلوم ہے اس پر سہلؓ نے فرمایا کہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا ؟ کہ الا ما کان رقما فی ثوب "مگر جو نقش ہو کپڑے میں اس کی اجازت ہے" ابو طلحہؓ نے فرمایا ہاں یہ تو فرمایا تھا مگر مجھے زیادہ پاک اور بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی استعمال نہ کروں (سنن ترمذی کتاب اللباس باب ماجاء فی الصورۃ ومئوطا امام مالکؒ کتاب الاستیذان باب ماجاء فی الصور)

علامہ یوسف قرضاوی کا تجدد :

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب "الحلال والحرام فی الاسلام" میں مذکورہ دو حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ "کیا یہ دونوں حدیثیں اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ حرام تصویروں سے مراد مجسمے ہیں جن کو ہم تماثیل کہتے ہیں ؟ لیکن جو تصویریں تختیوں پر بنائی جاتی ہیں یا کپڑے، فرش، دیوار وغیرہ پر منقش کی جاتی ہیں ان کی حرمت کسی ایسی حدیث سے ثابت نہیں ہے جو صحیح بھی ہو اور صریح بھی نیز وہ کسی دوسری حدیث سے متعارض بھی نہ ہو البتہ ایسی صحیح حدیثیں موجود ہیں جن میں نبی ﷺ نے اس قسم کی تصاویر کے بارے میں ناگواری کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ اس میں عیش پسندوں اور دنیوی مفاد کے پرستاروں کے ساتھ مشابہت کا پہلو ہے"۔(اسلام میں حلال وحرام ص ۱۳۷)۔

علامہ قرضاوی فطری طور پر اخوانی ہیں اور ان کی تصانیف اور مقالات بالعموم تحقیقی ہوتے ہیں لیکن بعض مسائل میں ان سے سنگین غلطیاں سرزد ہو گئی ہیں اور وہ علماء راسخین کا منہج چھوڑ کر متجددین کے راستے پر چل پڑے ہیں اور نصوص میں دور دراز کی تاویلات رکیکہ کے ذریعے فتنہ تجدد کے ساتھ مفاہمت کا طرز فکر اپنا چکے ہیں مثلا ذبیحہ اھل کتاب کے بارے میں ان کی رائے وہی ہے جو متجددین کی ہے کہ اگر بجلی کے جھٹکے کے ذریعے یا گردن مروڑ کر یا کسی دوسرے طریقے سے جانور کی جان نکالی گئی ہو تو اس کا گوشت حلال ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے اہل کتاب کے طعام کو مطلقا حلال قرار دیا ہے۔ (اسلام میں حلال وحرام ص ۷۸۔۷۹)اس مسئلے پر میری کتاب "تفہیم المسائل" حصہ اول ص ۳۵۰ تا ۳۷۰ پر تفصیلی بحث موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال تو ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ باقاعدہ گلے کی رگیں کاٹ

کر ذبح کیا گیا ہو اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ تصویر کے زیر بحث مسئلے میں بھی ڈاکٹر قرضاوی تجدد کے طوفان میں پھسل گئے ہیں اور تصویر و تمثال کی حرمت و ممانعت اور مصور کے عذاب اور مذمت کے بارے میں احادیث و آثار کی کافی تعداد میں جو نصوص موجود ہیں ان سب کو مجسموں اور بتوں پر محمول کرتے ہیں حالانکہ لغت کی جس کتاب کو بھی آپ چاہیں اٹھا کر دیکھ لیں اس میں تصویر 'صورۃ' اور تمثال کا مفہوم عام بیان ہوا ہے خواہ سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار ہو۔ اس کے علاوہ قرضاوی صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ ایسی احادیث صحیحہ موجود ہیں جن میں غیر مجسم تصویروں پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ناگواری کا اظہار فرمایا تھا جب ناگواری کا اظہار فرمایا تھا۔ اور ان کی وجہ سے اندر جانے سے رک گئے تھے بلکہ ان تصویروں کو پھاڑ دیا تھا تو ان کو جائز کیسے قرار دیا جا سکتا ہے ؟ اور ان کی قباحت و مذمت کو کم کر کے صرف کراہت تنزیہیہ پر کیسے محمول کیا جا سکتا ہے ؟ اسی طرح قرضاوی صاحب فوٹو گرافی کے ذریعے بنائی گئی تصویروں کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور اس بارے میں انہوں نے مصر کے ایک مفتی شیخ محمد نجیت مرحوم کی "کتاب الجواب الشافی فی اباحۃ التصویر الفوتو غرا فی" پر زیادہ اعتماد کیا ہے اور عالم اسلام کے معتمد علماء کی غالب اکثریت کی رائے کو نظر انداز کر دیا ہے۔

الارقما فی ثوب کی تاویل و توجیہ :

ڈاکٹر صاحب نے الارقما فی ثوب والی مذکورہ دو حدیثوں پر استدلال کرتے ہوئے استفہام تقریری کا فقرہ استعمال کیا ہے جو ایک مسلمہ بات کے لئے یا نا قابل انکار چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے حالانکہ حدیث میں جاندار کی غیر مجسم اور غیر سایہ دار تصویر کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ "رقم فی الثوب" کا استثناء کیا گیا ہے عربی زبان میں

رقم کے معنے ہیں لکھنا جیسا کہ قرآن کریم میں "کتاب مرقوم" اور "الرقیم" کے الفاظ آئے ہیں یعنی لکھی ہوئی کتاب اور کتبہ یہی وجہ ہے کہ قلم کو مِرقَم اور کاتب کو مُرَقِم کہتے ہیں۔ رقم الثوب کے معنے ہیں "کپڑے پر دھاریاں ڈال دیں" الرقم ضرب مخطط من الوشی "رقم ایک قسم کے دھاری دار نقوش کو کہتے ہیں"۔ (لسان العرب مادہ رقم ص۲۴۹ ج ۱۲)

مذکورہ بالا لغوی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ رقم کا لفظ اپنے اصل مفہوم کے اعتبار سے جاندار اشیاء کی تصویریں بنانے کے لئے نہیں بلکہ دھاریوں' پھول پتیوں اور نقش و نگار کے لئے استعمال ہوتا ہے لہذا الا رقما فی ثوب سے غیر مجسم تصویروں کی اجازت ثابت نہیں ہوتی بلکہ کپڑے پر نقش و نگار' دھاریوں اور پھول پتیوں کی اجازت ثابت ہوتی ہے جو بالاجماع جائز ہے۔ احادیث کے مستند شارح امام نوویؒ "الا رقما فی ثوب" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وجوابنا وجواب الجمهور عنه انه محمول علی رقم علی صورة الشجر وغیر ہ ممالیس بحیوان وقد قدمنا ان هذا جا ئز عندنا "ہمارا اور جمہور کا جواب یہ ہے کہ یہ محمول ہے درخت اور دوسری ان چیزوں کی صورت اور نقش پر جو جاندار نہ ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک جائز ہے" (شرح مسلم للنووی کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورة الحیوان)

امام نوویؒ نے جس اشکال کا جمہور کی جانب سے جواب دیا ہے وہ اشکال یہ ہے کہ' قاسم بن محمدؒ سے مروی ہے کہ عائشہؓ نے اسے بتایا ہے کہ اس نے ایک تکیہ خریدا تھا جس میں تصاویر تھیں جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے۔ عائشہؓ نے جب آپ کے چہرہ اقدس پر ناراضگی اور ناگواری کے آثار دیکھے تو فرمایا' یارسول اللہ ﷺ میں اللہ و رسول کی طرف توبہ کرتی

ہوں میں نے کونسا گناہ کیا ہے ؟ فرمایا اس تکیے کو اندر رکھنے کی وجہ کیا ہے ؟ عائشہؓ نے کہا اسے میں نے اس لئے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں آپ نے فرمایا ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا ۔ اور ان کو کہا جائے گا کہ زندہ کرو (اگر کر سکتے ہو) ان تصویروں کو اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس گھر میں تصویریں ہوں ان میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ صحیح مسلم کی ایک سند میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے اس تکیے کو (یا گدے کو) پھاڑ کر اس سے دو چھوٹے تکیے بنالئے جن سے ٹیک لگا کر آپ گھر میں آرام فرمایا کرتے تھے"۔ (صحیح بخاری کتاب اللباس باب من لم يدخل بيتا فيه صورة صحیح مسلم كتاب اللباس باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

اس حدیث سے صریح الفاظ میں ثابت ہوتا ہے کہ غیر مجسم اور غیر سایہ دار تصویر بنانے والوں کو بھی عذاب دیا جائے گا اور جس گھر میں اس نوع کی تصویر ہو وہاں بھی فرشتے نہیں آتے البتہ اگر اس تصویر والے کپڑے کو پھاڑ دیا جائے اور تصویر اپنی مکمل شکل میں باقی نہ رہے تو پھر اس کا استعمال بھی جائز ہے اور ایسی نامکمل اور بے وقعت تصویر کی وجہ سے فرشتے بھی اندر داخل ہونے سے رکتے نہیں ہیں۔ لیکن الارقما والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے پر بنائی گئی غیر سایہ دار تصویر جائز ہے صرف مجسم اور سایہ دار تصویر ناجائز ہے ان دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت و موافقت کے لئے امام نوویؒ نے مذکورہ توجیہ کی ہے کہ رقما في الثوب سے مراد نقش و نگار ہے جاندار کی تصویر مراد نہیں ہے۔ امام ابو سلیمان خطابیؒ متوفی ۳۸۸ھ نے بھی یہی توجیہ کی ہے۔ **وقال الخطابي المصور هوالذى يصور اشكال الحيوان والنقاش الذى ينقش اشكال الشجر ونحوهافانى ارجوا ان لا يدخل في هذا الوعيد وان كان جملة هذا الباب مكروها وداخلا فيه يشغل القلب**

بما لایعنی (عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب اللباس باب من کرہ القعود علی الصور ص ۷٤ ج ۲۲) "خطابی نے فرمایا ہے کہ مصور اسے کہتے ہیں کہ جو جانداروں کی صورتیں بناتا ہو اور نقاش وہ ہوتا ہے جو درختوں جیسی بے جان چیزوں کی شکلیں بناتا ہو مجھے امید ہے کہ نقاش اس وعید میں شامل نہیں ہوگا اگرچہ نقش و نگار کی یہ ساری قسمیں بھی مکروہ ہیں اور ان چیزوں میں شامل ہیں جو انسان کے دل کو بے مقصد چیزوں میں مشغول کر کے غافل کر دیتی ہیں" خطابیؒ نے تصویر اور ترقیم اور مصور و نقاش کے درمیان جو فرق بیان کیا ہے یہ اس لغوی تحقیق کے مطابق ہے جو لسان العرب سے پہلے نقل ہو چکی ہے اور امام نووی کی تحقیق بھی اسی پر مبنی ہے لیکن امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ کے نزدیک **الا رقما فی ثوب** کا تعلق ان تصویروں سے ہے جو نیچے بچھائے جانے والے اور پاؤں کے نیچے روندے جانے والے کپڑے پر بنائی گئی ہوں اور جن کی تعظیم و تکریم نہیں بلکہ تذلیل و تحقیر ہو رہی ہو تو ایسی تصویریں ممانعت کے احکام سے خارج ہیں۔ امام طحاویؒ دونوں جانب کی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں! **فثبت بما روینا خروج الصور التی فی الثیاب من الصور المنھی عنه وثبت ان المنھی عنه الصور التی ھی نظیر ما یفعله النصاری فی کنا ئسھم من الصور فی جدرانھا ومن تعلیق الثیاب المصورۃ فیھا فاما ماکان یوطأ ویمتھن ویفرش فھو خارج من ذالك وھذا مذھب ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ومحمدؒ واخرج بسند ہ عن اللیث قال دخلت علی سالم بن عبدالله وھو متکیءٌ علی وسادۃ حمراء فیھا تصاویرقال فقلت الیس ھذا یکرہ ؟ فقال لا انما یکرہ ما یعلق منه وما نصب من التماثیل واماما وطئی فلا باس به قال ثم حدثنی عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ ا ن اصحاب ھذہ الصور یعذبون یو م القیمة**

حتی ینفخوا فیھا الروح یقال لھم احیوا ما خلقتم فدل ھذا من قول سالم علی ما ذکرنا(شرح معانی الآثار للطحاوی ص ۲۸۵ طبع بیروت ۱۹۸۷ کتاب الکراھیة)

''ہماری نقل کردہ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کپڑے پر بنائی گئی تصویریں ممنوع تصویروں سے خارج ہیں اور ممنوع تصویریں وہ ہیں جو نصاری کے گرجوں کی طرح دیواروں پر بنائی گئی ہوں یا تصویروں والے کپڑے کو لٹکایا گیا ہو مگر جو تصویریں پامال کی جاتی ہوں، روندی جاتی ہوں اور بچھائی گئی ہوں تو وہ ممانعت سے خارج ہیں۔ ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا مذہب یہی ہے اس کے بعد طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ لیث بن سعد سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں جب سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گیا تو وہ سرخ رنگ کے ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں میں نے کہا کیا یہ مکروہ نہیں ہیں؟ اس نے کہا نہیں مکروہ تصویریں تو وہ ہیں جو لٹکائی گئی ہوں یا کھڑی کی گئی ہوں اور جو پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہوں ان میں کوئی باک نہیں ہے۔ لیث کہتے ہیں کہ اس کے بعد سالم نے مجھے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ یہ تصویریں بنانے والے قیامت کے روز عذاب میں مبتلا رہیں گے جب تک وہ ان میں جان نہ ڈال دیں ان کو کہا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی ان تصویروں کو زندہ کرو مگر وہ ایسا نہیں کر سکیں گے اور عذاب میں مبتلا رہیں گے سالم کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ جو تصویریں پامال کی جاتی ہوں ان میں کوئی باک نہیں ہے سالم نے مصورین کے عذاب کی حدیث اس لئے سنائی کہ کہیں لوگ تصویر سازی کو حلال نہ سمجھ لیں حالانکہ جاندار کی تصویر بنانا موجب عذاب ہے البتہ تصویر والے فرش پر بیٹھنا اور تصویر والے تکیے پر ٹیک لگانا جائز ہے۔ امام طحاوی کی توجیہ کا حاصل مفہوم یہ ہے کہ تصویر سازی تو

ممنوع ہے لیکن تصویر والے کپڑے کا استعمال تحقیر و تذلیل کے طور پر جائز ہے اور الا رقما فی ثوب کا استثناء غیر سایہ دار تصویر بنانے کے جواز کے لئے نہیں آیا بلکہ تصویر والے کپڑے پر بیٹھنے 'اس پر چلنے پھرنے' لیٹنے اور ٹیک لگانے کے جواز کے لئے آیا ہے۔ حنفیہ کے مشہور امام شمس الائمہ سرخسیؒ نے بھی اس طرح لکھا ہے۔ **واما علی البساط فنقول اتخاذالصورةعلی البساط مکروه ولکن لا باس بالنوم والجلوس عليه لان البساط يؤ طأ فلا يحصل فيه معنى التعظيم وكذالك الوسادة** (المبسوط ص۲۱۱ ج۱۶ طبع بیروت ۱۹۷۸ء) "بچھونے پر تصویر بنانا تو ہماری رائے میں مکروہ ہے لیکن اس پر سونا اور بیٹھنا جائز ہے اس لئے کہ بچھونا پامال کیا جاتا ہے اور اس میں تعظیم کی علت موجود نہیں ہے اور تکیے کا حکم بھی اسی طرح ہے" علامہ مرغینانیؒ نے فقہ حنفی کی متداول کتاب ھدایہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے کہ **ولو كانت الصورة على وسادة ملقاة اوعلى بساط مفروش لا يكره لانها تداس وتوطأ بخلاف ما اذا كانت الوسادة منصوبة اوكانت على السترة لانه تعظيم لها**. (الھدایه کتاب الصلوة باب ما یفسدالصلوة وما یکره مع فتح القدیر ص ۱۶ ۴ ج ۱)

"اگر تصویر بچھے ہوئے تکیے یا گدے پر ہو یا بچھی ہوئی چادر یا قالین پر ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ روندی جاتی ہے اور پامال کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر تصویر والا تکیہ کھڑا کر دیا گیا ہو یا تصویر لٹکے ہوئے پردے پر ہو تو پھر مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے" علامہ علاء الدین حصکفیؒ نے در مختار میں بھی یہی رائے بیان کی ہے۔ **لايكره لو كانت تحت قدميه اومحل جلوسه لانها مهانة وقال الشامي في حاشيته وكذا لوكانت على بساط يوطأ اومرفقة يتكئى عليها كما في البحر والمرفقة وسادة الاتكاء كمافی المغرب**.(مجموعه شامی ص

۶۰۶ج ۱ باب المکروھات) "اگر تصویر پاؤں کے نیچے ہو یا بیٹھنے کی جگہ پر بنی ہوئی ہو تو مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ ذلیل کی جاتی ہے اور روندی جاتی ہے اس پر شامی نے حاشیہ لکھا ہے کہ یہی حکم اس تصویر کا بھی ہے جو بچھائی گئی چادر پر یا اس تکیے پر بنائی گئی ہو جس پر ٹیک لگائی جاتی ہے بحر الرائق میں بھی اس طرح کہا گیا ہے۔ مرفقہ ٹیک لگانے کے تکیے کو کہا جاتا ہے جیسا کہ لغت کی کتاب مغرب میں کہا گیا ہے" امام طحاویؒ اور مذکورہ فقہاء نے **الا رقما فی ثوب** کی جو توجیہ کی ہے اس کا مأخذ حدیث رسول ہے **عن ابی ھریرہ قال استأذن جبریل النبی ﷺ فقال ادخل قال کیف ادخل وفی بیتك سترفیه تصاویر؟فان کنت لابدفاعلا فاقطع راسها أو اقطعها وسائد او اجعلها بسطا**(نسائی کتاب الزینة باب ذکر اشد الناس عذابا)

"ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا تشریف لایئے! جبریل نے فرمایا کیسے اندر آؤں؟ آپ کے گھر میں پردہ ہے جس میں تصویریں ہیں۔ اگر اس پردے کو رکھنا ہی ہے تو ان تصویروں کے سروں کو کاٹ دو یا ان سے گدے یا بچھونے بنا دو" اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا ہے کہ سر کٹی ہوئی تصویروں کا استعمال جائز ہے عائشہؓ کی نمرقہ والی حدیث میں بھی آیا ہے کہ انہوں نے تصویر والے تکیے یا گدے کو پھاڑ کر دو چھوٹے چھوٹے تکیے بنا لئے تھے جن پر رسول اللہ ﷺ ٹیک لگایا کرتے تھے۔ اس سے بھی وہی بات ثابت ہوتی ہے جو طحاوی اور دوسرے فقہاء نے کہی ہے کہ روندی جانے والی پامال ہونے والی اور ذلیل ہونے والی تصاویر کا استعمال جائز ہے اور یہی مفہوم ہے الا رقما فی ثوب کا کہ کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کا بچھونے اور تکیے کے طور پر استعمال جائز ہے حافظ ابن حجرؒ نے اگرچہ امام نوویؒ کی توجیہ نقل کی ہے اور اس کی تردید نہیں کی لیکن ترجیح

اسی توجیہ کو دی ہے جو طحاویؒ نے بیان کی ہے کہ فرشتوں کو روکنے والی تصویر وہ ہے جو صحیح وسالم ہو اور تعظیم کے طور پر رکھی ہوئی ہو یا لٹکائی گئی ہو۔ **وفی ھذالحدیث ترجیح قول من ذھب الی ان الصورۃ التی تمتنع الملئکۃمن دخول المکان التی تکون فیہ باقیۃعلی ھیئتھامرتفعۃغیر ممتھنۃفامالو کانت ممتھنۃ او غیر ممتھنۃ لکنھا غیرت عن ھیئتھاامالقطعھا من نصفھااوبقطع راسھا فلا امتناع** (فتح الباری کتاب اللباس باب لاتدخل الملئکۃ بیتافیہ صورۃ ص ۵۱٦ ج ۱۲)

"اس حدیث میں (نسائی کی مذکورہ حدیث جبریل میں) ان لوگوں کے قول کے راجح ہونے کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ جس تصویر کی وجہ سے فرشتے اندر نہیں آتے اس سے مراد وہ تصویر ہے جو اپنی اصل شکل میں باقی ہو اور تعظیم کے ساتھ رکھی گئی ہو ذلت اور حقارت کے ساتھ نہ رکھی گئی ہو مگر جب وہ ذلیل و حقیر اور روندی جانے والی ہو یا ذلیل اور بے وقعت تو نہ ہو لیکن اس کی شکل بدل گئی ہو مثلاً اس کا نصف اعلیٰ کاٹ دیا گیا ہو یا صرف سر کاٹ دیا گیا ہو تو ایسی تصویر کی وجہ سے فرشتے داخل ہونے سے نہیں رکتے"۔ علامہ بدرالدین حنفیؒ نے بھی امام طحاوی کی تطبیق و توجیہ کی تائید کی ہے اور اسے اوسط المذاہب یعنی اعتدال کی راہ قرار دیا ہے۔ **وقالوا کرہ رسول اللہ ﷺ ما کان سترا ولم یکرہ ما یداس علیہ ویوطأ وبھذا قال سعد بن ابی وقاصؓ وسالمؒ وعروۃ وابن سیرین وعطاء وعکرمہ وقال عکرمہ فیما یوطأ من الصور ھوان لھا وھذا اوسط المذاھب وبہ قال مالک والثوری وابوحنیفۃ و الشافعیؒ** (عمدۃ القاری ص ٤ ج ۲۲ کتاب اللباس باب من کرہ القعود علی الصور)

"علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس تصویر والے کپڑے کو ناپسند کیا ہے جو پردے کے طور پر لٹکایا گیا ہو اور جو روندا جاتا ہو اور پامال کیا جاتا ہو اس کو ناپسند

نہیں کیا سعد بن ابی وقاصؓ، سالم، عروہ، ابن سیرین، عطاء اور عکرمہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ عکرمہ نے فرمایا ہے کہ جو تصویریں روندی جاتی ہیں تو یہ ان کی ذلت اور توہین ہے یہ زیادہ اعتدال کا مسلک ہے امام مالک ،سفیان ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے" خلاصہ بحث یہ ہے کہ الا رقما فی ثوب کا استثناء غیر سایہ دار تصویر کشی کے جواز کی دلیل کسی طرح بھی نہیں بن سکتی جیسا کہ قرضاوی صاحب اور بعض دوسرے جدت پسندوں کی رائے ہے اس لئے کہ جاندار کی تصویر کشی کی ممانعت پر جو احادیث کثیرہ وصحیحہ مروی ہیں ان میں مجسم اور غیر مجسم کا کوئی فرق نہیں کیا گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے پر پھول پتیوں اور دوسری غیر جاندار چیزوں سے نقش ونگار کی اجازت ہے جیسا کہ نووی اور خطابی کی تحقیق ہے جو ائمہ لغت کی تحقیق کے مطابق ہے لیکن اگر رقما فی ثوب سے کپڑے پر بنائی گئی جاندار کی تصویر ہی مراد لی جائے تو پھر حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو سوائے اس تصویر کے جو کپڑے پر بنائی گئی ہو اور پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہو جیسا کہ امام طحاویؒ، ابن حجر، عینی اور دوسرے فقہاء کے تحقیق ہے، صحابہ اور تابعین سے مروی ہے، مالکؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ کی رائے ہے اور عینی نے اسے اوسط المذاہب قرار دیا ہے "ثوب مصور" یعنی باتصویر کپڑے کے استعمال کے احکام الگ ہیں اور جاندار چیزوں کی تصویر کشی کے احکام الگ ہیں تصویر والے کپڑے کا بیٹھنے، لیٹنے اور ٹیک لگانے کے لئے استعمال جائز ہے اور فرشتوں کے آنے میں رکاوٹ نہیں ہے لیکن ذی روح کی تصویر بنانا ممنوع ہے اور موجب عذاب ہے خواہ مجسم ہو یا غیر مجسم خواہ مشرکین کے معبودوں کی مشرکانہ تصویریں ہوں یا غیر معبودوں کی غیر مشرکانہ تصویریں، خواہ فرش پر بنائی گئی ہوں یا دیواروں اور چھتوں پر بنائی گئی ہوں، خواہ سکوں

اور نوٹوں پر بنائی گئی ہوں یا اخبارات یا رسائل پر چھاپی گئی ہوں اور خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں۔ البتہ حقیقی اور اجتماعی و تمدنی ضروریات کی بنا پر بعض صورتوں میں اجازت اور رخصت دی جاسکتی ہے جیسا کہ بعد میں وضاحت آرہی ہے (ان شاء اللہ)۔

فقہاء اسلام کے اقوال :

مذکورہ دلائل کی روشنی میں فقہاء اسلام اور محدثین عظام کے اقوال و آراء پیش کرنا مفید معلوم ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ احادیث رسول اور آثار صحابہ و تابعین کی جو تعبیر ہم نے کی ہے یہ انفرادی رائے نہیں ہے بلکہ امت مسلمہ کے دینی ائمہ اور قرآن و سنت کے مستند و معتمد ماہرین کی تعبیر ہے جس کے مقابلے میں چند متجددین مغربی ثقافت کے متبعین آزاد مجتہدین اور ان کے مقلدین کی آراء کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے اگر چہ "غربت اسلام" کے اس دور میں ایسی بے سروپا باتیں جلدی مقبول ہو جاتی ہیں اور حکومتوں یا سیاسی پارٹیوں کی سرپرستی کی وجہ سے ایسے لوگ دانشور بن جاتے ہیں۔

فقہ شافعی :

امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے۔

باب تحريم تصوير صورة الحيوان وتحريم اتخاذما فيه صورة غير ممتهنة بالفرش ونحوه وان الملئكة عليهم السلام لايدخلون بيتا فيه صورة او كلب "یعنی باب ہے اس مسئلے کے بیان میں کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے اور اس چیز کا استعمال بھی حرام ہے جس میں تصویر بنی ہوئی ہو سوائے اس کے کہ فرش پر روندی جارہی ہو یا اس طرح کی کسی اور وجہ سے ذلیل و حقیر ہو گئی ہو (مثلاً اس کا سر کاٹ

دیا گیا ہو) اور اس باب میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو یا کتا ہو تو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے "امام مسلمؒ نے اس مسئلے کے ثبوت میں ۳۴ احادیث نقل کی ہیں جن کے تشریح طلب الفاظ کی تشریح امام نوویؒ نے اپنے اپنے مقام پر کی ہے۔ لیکن ان سب احادیث سے تصویر سے متعلق جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کا خلاصہ باب کے آغاز ہی میں بیان کر دیا ہے: "ہمارے اصحاب (شافعیہ) اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے اور اس کی حرمت شدید ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں شامل ہے اس لئے کہ اس پر احادیث میں عذاب شدید کی وعید کا ذکر ہوا ہے خواہ بنانے والے نے اسے ایسی جگہ بنایا ہو جس کی تذلیل و توہین ہو رہی ہو یا عزت اور احترام کے ساتھ رکھنے کے لئے بنائی گئی ہو۔ اس کا بنانا ہر حال میں حرام ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالی کی تخلیق کے ساتھ مشابہت ہے خواہ یہ تصویر کپڑے پر ہو' فرش پر ہو' درہم میں ہو' دینار میں ہو' کسی دھاتی سکے (فلس) میں ہو' برتن میں ہو' دیوار پر ہو یا کسی دوسری چیز پر بنائی گئی ہو (مثلاً کاغذ پر) البتہ درختوں' اونٹوں کے پالانوں اور دوسری بے جان چیزوں کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے یہ تو نفس تصویر کشی کا حکم ہے۔ اور جس چیز پر جاندار کی تصویر بنائی گئی ہو اسے استعمال کرنے اور رکھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اسے دیوار پر لٹکایا گیا ہو یا تصویر والے کپڑے کو پہنا گیا ہو یا اسے پگڑی بنایا گیا ہو یا اس طرح کا دوسرا استعمال جو حقیر اور بے وقعت نہیں سمجھا جاتا تو یہ بھی حرام ہے اور اگر یہ تصویر بچھونے پر ہو جو روندا جاتا ہے یا تکیے یا گدے پر ہو جو حقیر اور بے وقعت ہوتا ہے تو یہ استعمال حرام نہیں ہے۔ لیکن کیا ایسی تصویر رحمت کے فرشتوں کو گھر میں آنے سے روکتی ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں عنقریب بات کرونگا (ان شاء اللہ) اور اس بارے میں سایہ دار تصویر اور غیر سایہ دار تصویر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس مسئلے میں ہمارے

مذہب کی تلخیص یہی ہے، جمہور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کا قول بھی اسی طرح ہے اور سفیان ثوری، مالک، ابو حنیفہؒ اور دوسرے فقہاء کا مذہب بھی یہی ہے۔ البتہ بعض سلف نے کہا ہے کہ سائے والی مجسم تصویر (بت) بنانا تو منع ہے لیکن جس تصویر کا سایہ نہ ہو اس کے بنانے میں کوئی باک نہیں ہے مگر یہ باطل مذہب ہے اس لئے کہ پردے پر جس تصویر کی رسول اللہ ﷺ نے مذمت کی تھی اس کا سایہ نہیں تھا۔ اور دوسری احادیث میں بھی جاندار کی تصویر بنانے سے مطلقا منع کیا گیا ہے خواہ سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار ہو۔ ابن شہاب زہریؒ نے کہا ہے کہ تصویر سازی سے منع کرنے والی احادیث عام ہیں۔ اور یہ قوی مذہب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ کپڑے پر تصویر بنانا جائز ہے اور سائے والی تصویر (مجسم) مکروہ اور ممنوع ہے۔ ان کی دلیل اس باب کی بعض احادیث میں الا ما کان رقما فی ثوب کا استثناء ہے اور یہ قاسم بن محمد کا مذہب ہے۔ مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ سایہ دار تصویر اور بت بنانا منع ہے اور اس سے روکنا واجب ہے۔

امام نوویؒ کی درج بالا تحقیق و تنقیح ان کی کوئی اجتہادی رائے نہیں ہے بلکہ احادیث کا نچوڑ اور حاصل مفہوم ہے۔ احادیث کے اس نچوڑ سے جو اہم نکات ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

الف۔ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے۔ خواہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو اور غیر جاندار کی تصویر بنانا حلال ہے۔

ب۔ کپڑے پر تصویر بنانا بھی حرام ہے البتہ ایسے کپڑے کا بچھونے یا گدے یا تکیئے کے طور پر استعمال کرنا حلال ہے۔

ج۔ بچھونے یا گدے یا تکیے پر بنائی گئی تصویر (صورت ممتہن) کی وجہ سے بھی کیا فرشتے داخل نہیں ہوتے؟ اس بارے میں نووی نے اس جگہ تو کچھ نہیں کہا مگر آگے

چل کر لکھا ہے کہ : میرے نزدیک بظاہر معلوم یہی ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تصویر کی وجہ سے فرشتے رک جاتے ہیں خواہ ممتہن ہو یا غیر ممتہن ہو مگر اس بارے میں جمہور کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ بچھونے پر روندی جانے والی تصویر کی وجہ سے فرشتے نہیں رکتے جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔

د۔ جمہور صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کا یہ مذہب حق ہے۔ اور قوی ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور بعض سلف کی یہ رائے باطل اور کمزور ہے کہ غیر سایہ دار تصویر بنانا جائز ہے۔

ھ :۔ الا ما کا ن رقما فی ثوب پر بعض سلف کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ نوویؒ کے نزدیک اس سے مراد غیر جاندار کی تصویریں اور نقش و نگار ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر انہوں نے لکھا ہے اور طحاوی کے نزدیک اس سے ثوب مصور کا بچھونا یا گدے یا تکیے کے طور پر استعمال مراد ہے۔ اور جمہور فقہاء نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

امام بخاریؒ نے تصاویر کے بارے میں دس ابواب قائم کئے ہیں اور ۱۴ احادیث نقل کی ہیں۔ صحیح بخاری کے معروف اور مستند شارحین ابن حجر عسقلانیؒ اور بدر الدین عینیؒ دونوں نے ان ابواب کی احادیث کی اپنی اپنی جگہ تشریح کی ہے۔ لیکن تصویر کے بارے میں ان دونوں کی تحقیق وہی ہے جو امام نوویؒ، امام طحاویؒ، امام خطابیؒ اور دوسرے فقہاء و محدثین کی ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً ممنوع ہے اور مجسم اور غیر مجسم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔ ابن حجر نے اس بارے میں امام نوویؒ کی مذکورہ تحقیق نقل کی ہے کہ جاندار کی تصویر کشی حرام ہے۔ اور کبیرہ گناہ ہے۔ خواہ سایہ دار ہو یا سایہ دار نہ ہو اور پھر اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

قلت ویؤیدالتعمیم فیما له ظل وفیمالاظل له ما اخرجه احمد من حدیث علیؓ ان النبی ﷺ قال ایکم ینطلق الی المدینة فلا یدع فیها وثناالاکسره ولا صورة الا لطخها ای طمسهاالحدیث وفیه من عادالی صنعة شیئی من هذا فقدکفر بما انزل علی محمد (فتح الباری کتاب اللباس باب عذاب المصورین ص ۵۰۷ ج ۱۲) "میری رائے میں سایہ دار اور غیر سایہ دونوں کی ممانعت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے احمد نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک دن فرمایا تم میں سے کون ہے جو شہر میں جائے اور کسی بت کو توڑے بغیر نہ چھوڑے اور کسی تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑے اس حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو بھی بت سازی اور تصویر کشی کی طرف دوبارہ رجوع کرے گا وہ اس حکم سے انکار کرے گا جو محمد پر نازل ہوا ہے"۔ عموم کی تائید کرنے کے بعد آگے چل کر 'باب ماوطی من التصاویر "میں ابن حجرؒ نے ابن ابی شیبہ کے حوالے سے ابن عون کا قول نقل کیا ہے کہ میں بالائی مکہ میں قاسم بن محمد کے گھر گیا تو اس کے گھر میں ایک پلنگ یا کمرہ دیکھا (حجله) جس میں قندس اور عنقاء پرندوں کی تصاویر تھیں۔ قاسمؒ کے اس مذہب پر جس میں نوویؒ نے "مذہب باطل" کا جو اطلاق کیا ہے یہ تو محل نظر ہے۔ اس لئے کہ قاسم مدینہ منورہ کے فقہاء میں سے ایک بڑے فقیہ تھے اور اپنے دور کے بہترین عالم تھے عائشہؓ سے نمرقہ کی حدیث اسی نے نقل کی ہے اگر پلنگ جیسی چیزوں میں تصویر کی رخصت اسے معلوم نہ ہوتی تو وہ اس کے استعمال کو جائز قرار نہ دیتے لیکن اس بارے میں احادیث کی باہمی تطبیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ "مذہب مرجوح" ہے اور رخصت انہی تصویروں کے استعمال میں دی گئی ہے جو بچھونے پر روندی جاتی ہوں ان کی اجازت نہیں ہے جو کھڑی کی گئی ہوں یا لٹکائی گئی ہوں (فتح الباری ص ۵۱۲ ج ۱۲)۔

ڈاکٹر قرضاوی صاحب نے اس جگہ ایک محقق اور منصف کا کردار ادا نہیں کیا کہ نووی نے قاسم کے مذہب پر "باطل" کا جو اطلاق کیا تھا اس پر ابن حجر کی گرفت تو نقل کی ہے لیکن ابن حجرؒ نے احادیث کے حوالے سے اس مذہب پر "مرجوح" یعنی کمزور اور ناقابل ترجیح کا جو اطلاق کیا ہے اسے نقل نہیں کیا اور دوسری بے انصافی یہ کی ہے کہ نوویؒ نے "بعض سلف" کہا تھا جس سے ان کی مراد صرف قاسم بن محمد تھے۔ لیکن قرضاوی صاحب نے نووی کی عبارت اس طرح نقل کی ہے کہ : "سلف اس بات کے قائل ہیں کہ ممنوع صرف وہ تصویریں ہیں جن کا سایہ پڑتا ہو یعنی جو مجسم ہوں اور جن کا سایہ نہیں پڑتا ان میں کوئی حرج نہیں ہے" (اسلام میں حلال وحرام از قرضاوی ص ۱۴۰)

قرضاوی صاحب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ سلف کا مسلک نہیں ہے بلکہ صرف قاسم بن محمد کی رائے ہے اور یہ بھی انہیں معلوم ہے کہ ابن حجر نے اس رائے کی تائید نہیں کی بلکہ اسے مذہب مرجوح کہا ہے البتہ نووی کے ذرا سخت لفظ کہنے پر گرفت کی ہے لیکن اس علم کے باوجود قرضاوی صاحب نے اپنے قارئین کو یہ تاثر دیا ہے کہ سلف غیر مجسم تصویر کو جائز سمجھتے تھے اور ابن حجر نے بھی اس کی تائید کی ہے اس بے انصافی نے ان کی علمی شخصیت کو اہل علم کی نظر میں مجروح کر دیا ہے۔

فقہ حنفی :

علامہ بدرالدین عینی نے بھی توضیح کے حوالے سے لکھا ہے کہ۔ **قال اصحابنا وغير هم تصوير صورة الحيوان حرام ا شد التحريم وهو من الكبائر** وسواء صنعه **لما يمتهن او لغيره فحرام بكل حال لان فيه مضاهاة لخلق** الله وسواء كان في ثوب او بساط اوديناراودرهم **او فلس او اناء او حائط** **واماما ليس فيه** صورة حيوان كالشجر ونحوه فليس بحرام وسواء كان

فی ھذا کلہ مالاظل لہ اومالہ ظل وبمعناہ قال جماعۃ العلماء مالک والثوری وابو حنیفۃ وغیرھم (عمدۃ القاری کتاب اللباس باب عذاب المصورین ص۷۰ ج۲۲)

"ہمارے اصحاب اور دوسرے اہل علم نے کہا ہے کہ جاندار کی تصویر حرام ہے اور اس کی حرمت بڑی شدید ہے اور یہ کبائر میں شامل ہے خواہ تذلیل و تحقیر کے ساتھ رکھنے کے لئے بنائی گئی ہو یا تعظیم کے ساتھ رکھنے کے لئے بنائی گئی ہو ہر حال میں حرام ہے اس لئے کہ اس میں اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت ہے خواہ کپڑے میں ہو' بچھونے پر ہو' اشرفی پر ہو یا روپے پر ہو یا دھات کے سکے پر ہو' برتن میں ہو' دیوار پر ہو یا کسی دوسری چیز پر ہو اور عام ہے کہ اس کا سایہ ہو یا سایہ نہ ہو علماء کی ایک جماعت مثلا مالک' ثوری ابو حنیفہ اور دوسروں نے اسی طرح فرمایا ہے" دراصل یہ وہی امام نوویؒ کی عبارت ہے جسے ابن حجر اور عینی دونوں نے نقل کر کے اس کی تائید کی ہے۔

ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں۔ **ان التصویر یحرم ولو کانت الصورۃ صغیرۃ کالتی علی الدرھم او کانت فی الید اوْ مستترۃ اومھانۃ**(شامی طبع استنبول ص ٦٠٦ ج ١)

"تصویر بنانا حرام ہے اگرچہ چھوٹی ہو جیسے روپے پر بنائی گئی ہو یا ہاتھ پر' یا چھپی ہوئی ہو یا ذلت اور بے وقعتی کے ساتھ رکھی ہوئی ہو۔

(تنبیہ) **ھذا کلہ فی اقتناء الصورۃ واما فعل التصویر فھو غیر جائز مطلقالانہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالی کما مر**(شامی ص٦٠٨ ج ١)

"متنبہ رہو! کہ مذکورہ سارا بیان تصویر رکھنے اور استعمال کرنے کے بارے میں ہے اور تصویر بنانا مطلقا ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت ہے۔

فقہ حنبلی :

ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں۔ وصنعة التصاوير محرمة على فاعلها ... و الأمر بعمله محرم كعمله (المغنى ص ٢٨٢ ج ٧ الوليمه) "تصویر بنانا ان کے بنانے والے پر حرام ہے اور بنانے کا حکم دینا بھی اسی طرح حرام ہے جیسا کہ بنانا حرام ہے"۔

فقہ حنبلی کے ایک دوسرے مستند فقیہ علامہ مرداوی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں :يحرم تصوير مافيه روح ولا يحرم تصوير الشجر ونحوه (الانصاف للمرداوى ص ٤٧٤ ج ١ طبع بيروت) "جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے مگر درخت یا اس طرح کی دوسری غیر جاندار کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے"۔

فقہ مالکی :

امام نوویؒ اور بدرالدین عینیؒ کے جو اقتباسات پہلے نقل ہوئے ہیں ان میں تو امام مالکؒ کا قول وہی نقل ہوا ہے جو امام ابو حنیفہؒ یا امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور جمہور صحابہ و تابعینؒ کے مسلک کے مطابق ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا تو حرام ہے البتہ بچھونے یا گدے اور تکیے پر بنائی گئی تصویر پر بیٹھنا، لیٹنا اور ٹیک لگانا جائز ہے اس لئے کہ اس میں تصویر کی تعظیم نہیں ہوتی بلکہ تحقیر و توہین ہوتی ہے اور اس طرح کا استعمال رسول اللہ ﷺ سے ثابت بھی ہے۔

فقہ مالکی کے مشہور و معروف اور مستند فقیہ قاضی ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں تصویر کے بارے میں ۵ امہات الاحادیث یعنی جامع احادیث نقل کی ہیں اور ان سے جو احکام ثابت ہوتے ہیں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

قال القاضي: فتبين بهذه الاحاديث ان الصور ممنوعة على العموم ثم جاء الا ما كان رقما في ثوب فخص من جملة الصور ثم بقول النبي ﷺ

لعائشةؓ فی الثوب المصور اخریه عنی فانی کلما رائیته ذکرت الدنیا فثبت الکراهیته فیه ثم بهتك النبیﷺالثوب المصور علی عائشةؓ منع منه ثم بقطعها لها وسادتین حتی تغیرت الصورةوخرجت عن هیئتهابان جواز ذالك اذا لم تکن الصورة فیه متصلة الهیئةولو کانت متصلة الهیئته لم تجز لقولها فی النمرقة المصورة اشتر یتها لك لتقعد علیها وتتوسدها فمنع منه وتوعد علیه وتبین بحدیث الصلوة الی الصورة ان ذالك کان جائزا فی الرقم فی الثوب ثم نسخه المنع فهکذا استقر فیه الامر والله اعلم

(احکام القرآن لابن عربی ص۱۰۰تا۱۰۲ج٤سورۃ سبأآیت۱۳)۔

''ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تصویریں ممنوع ہیں' پھر "الا ما کان رقما فی الثوب" کے استثنا کے ذریعے کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کو مستثنی کر دیا گیا' پھر جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو باتصویر کپڑے کے بارے میں فرمایا کہ اسے میرے سامنے سے ہٹادو اسلئے کہ میں جب بھی اسے دیکھتا ہوں مجھے دنیا یاد آجاتی ہے تو اس سے کپڑے میں تصویر کی کراہیت ثابت ہو جاتی ہے' پھر جب عائشہؓ کے تصویر والے کپڑے کو نبی ﷺ نے پھاڑ دیا تو اس سے کپڑے میں تصویر کی ممانعت ثابت ہو جاتی ہے پھر جب عائشہؓ نے تصویر والے کپڑے کو پھاڑ کر دو تکیے بنادئے اور تصویر کی اصل ہیئت تبدیل ہوگئی تو اس سے ظاہر ہوا کہ کپڑے پر تصویر کا جواز اس وقت ہے جب کہ اس کے اجزاء متصل نہ ہوں اور اس کی شکل سالم نہ ہو اور اگر اس کی شکل صحیح سالم ہو اور اس کے اجزاء آپس میں جڑے ہوئے ہوں تو پھر جائز نہیں ہے کیوں کہ جب عائشہ نے باتصویر تکیے یا گدے کے بارے میں کہا کہ یہ میں نے اس لیے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس

سے منع کیا اور اس پر وعید سنائی ۔ اور تصویر والے پردے کی طرف نماز پڑھنے کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ کپڑے میں تصویر جائز تھی مگر منع کی حدیث نے اسے منسوخ کر دیا تھا پس تصویر کے بارے میں یہ حکم (یعنی منع کا حکم) بر قرار ہے واللہ اعلم

قاضی ابن عربی نے احادیث سے جو احکام ثابت کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا منع ہے اگرچہ کپڑے پر تصویر کشی کی ابتداء میں اجازت دی گئی تھی لیکن بعد میں جب رسول اللہ ﷺ نے تصویر والے کپڑے کو ہٹانے اور اسے پھاڑنے کا حکم دیا تو یہ اجازت بھی ختم ہو گئی البتہ اگر تصویر والے کپڑے کو پھاڑ دیا جائے اور تصویر کے اجزاء الگ الگ ہو گئے ہوں تو اس کا استعمال جائز ہے اس لئے کہ یہ غیر جاندار کی تصویر کی طرح نظر آتی ہے۔ قاضی ابن عربی نے ترمذی کی شرح میں بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ کپڑے پر اگر ایسی تصویر ہو جس کی شکل مربوط اور متصل ہو اور صحیح سالم ہو تو ناجائز ہے اور اگر اسے پھاڑ دیا جائے یا کاٹ دیا جائے اور اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں تو پھر جائز ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ص ۲۵۳ ج ۷ ابواب اللباس)

فقہ مالکی کے دوسرے مشہور عالم علامہ زرقانیؒ نے ابن عربی کی شرح ترمذی والی عبارت نقل کر کے اس کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ حافظ ابن عبد البرؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ **وکذا رجح ابن عبدا لبر القول الثالث وقال انه اعدل المذاهب وعليه اكثر العلماء ومن حمل عليه الآثار لم تتعارض وهذاالاولى ما اعتقد فيه** (شرح زرقانی علی الموطاء ص۳٦٧ج٤) ''ابن عبد البر نے بھی تیسرے قول کو ترجیح دی (یعنی صحیح سالم کا عدم جواز اور پھٹی ہوئی کا جواز) اور فرمایا ہے کہ یہ زیادہ عدل وانصاف پر مبنی مذہب ہے اور اسی پر قائم ہیں اکثر علماء جنہوں نے آثار واحادیث کو اس پر محمول کیا ہے تو اس سے تعارض ختم ہو گیا ہے اور میرے عقیدے میں یہ بہترین

مذہب ہے"

درج بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالکؒ سے جمہور کے مسلک کے مطابق جو روایت مروی ہے وہ صحیح ہے اسلئیے کہ علامہ ابن عبد البرؒ، قاضی ابن عربی اور علامہ زرقانی ہر قسم کی تصاویر کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور یہ تینوں مالکیہ کے ممتاز اور مستند علماء میں شامل ہیں جب کہ احادیث کثیرہ بھی ہر قسم کی تصاویر کی حرمت اور ممانعت پر دلالت کرتی ہیں لیکن فقہ مالکی میں دوسری روایت یہ نقل ہوئی ہے کہ مجسم اور سایہ دار تصویریں ناجائز ہیں اور غیر مجسم اور غیر سایہ دار تصویریں جو کپڑے یا کاغذ یا دیوار پر نقوش کی شکل میں ہوں تو یہ جائز ہیں۔

مشہور مالکی فقیہ علامہ احمد بن محمد الدردیر اپنی کتاب "الشرح الصغیر" میں لکھتے ہیں :۔

والحاصل ان تصاوير الحيوان تحرم ان كانت لهاظل مما يطول استمراره بخلاف ناقص عضو لا يعيش به لو كان حيوانا وبخلاف مالاظل له كنقش في ورق او جدار وفيمالا يطول استمراره خلاف والصحيح حرمته(الشرح الصغير للدردير برحاشيه صاوى ص٤٣٥ ج١كتاب النكاح باب الوليمه)

"حاصل کلام یہ ہے کہ جاندار کی تصویریں بالاجماع حرام ہیں بشرطیکہ وہ مکمل ہوں، جن کا سایہ پڑتا ہو (یعنی مجسم ہوں) اور وہ لمبی مدت تک برقرار رہ سکتی ہوں۔ مثلا تانبے یا لوہے یا پتھر یا لکڑی سے بنائی گئی ہوں) اس کے برعکس اگر تصویر ناقص بنائی گئی ہو اور اس میں ایسے عضو کی کمی ہو جس کے بغیر کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا یا وہ سایہ دار اور مجسم نہ ہوں مثلا کاغذ یا دیوار پر نقش کی گئی ہوں تو یہ دونوں جائز ہیں اور جو تصویریں لمبی مدت تک برقرار نہ رہ سکتی ہوں یعنی دیرپا نہ ہوں (اگرچہ مجسم ہوں مثلا

پتوں' آٹے وغیرہ سے بنائی گئی ہوں) تو ان کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بھی حرام ہیں۔

مالکیہ کی مشہور کتاب "مختصر الخلیل" میں کہا گیا ہے کہ اگر ولیمہ کی جگہ پر دیواروں پر تصویریں بنائی گئی ہوں تو اس میں شرکت نہ کی جائے اس پر علامہ ابو عبداللہ مواقؒ متوفی ۷۸۹ھ نے ابن عرفہ کا تبصرہ نقل کیا ہے کہ :

ان اراد الصور المجسده فصواب والا فلا اعرفه عن المذهب(التاج والا كليل للمواق برحاشيه مواهب الجليل شرح مختصر خليل ص ٤ ج٤ كتاب النكاح باب الوليمه)

"اگر مجسم اور سایہ دار تصویریں مراد ہیں تو صحیح ہے ورنہ مالکی مذہب میں یہ مسئلہ مجھے معلوم نہیں ہے"۔

عبدالرحمٰن الجزیریؒ نے بھی "**كتاب الفقه على المذاهب الاربعه**" میں حنفیہ' شافعیہ' اور حنابلہ کا متفقہ مسلک اس طرح نقل کیا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا حلال نہیں ہے خواہ مجسم یا سایہ دار ہو یا غیر مجسم یا غیر سایہ دار ہو البتہ ثوب مصور کا استعمال بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لئے جائز ہے اور مالکیہ کے مسلک میں غیر مجسم اور غیر سایہ دار تصویر کے بارے میں اختلاف نقل کیا ہے۔(ملاحظہ کیجئے کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص ۴۰۔۴۱ج ۲) بعض مالکی فقہاء نے جمہور اور غالب ترین فقہاء امت کے فیصلے کے خلاف جو رائے قائم کی ہے یہ رائے سنت رسول' احادیث صحیحہ اور تعامل صحابہ کے خلاف ہے اور قابل قبول نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عبدالبرؒ' ابن العربیؒ اور زرقانی جیسے مالکی فقہاءؒ نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔بلکہ مشہور مالکی مفسرین ابن عطیہ غرناطیؒ' قرطبیؒ اور ابو حیان اندلسیؒ نے بھی جاندار کی تصویر کو مطلقاً حرام قرار دیا اور سایہ دار اور غیر سایہ دار کا کوئی فرق نہیں کیا۔(ملاحظہ کیجئے المحرر الوجيز لابن عطيه' قرطبی اور البحر المحیط لابی حیان سورۃ سبا آیت ۱۳)

شبہات کا ازالہ :

آج کل مغربی ثقافت کو بد قسمتی سے غلبہ حاصل ہو گیا ہے اور مسلمان ممالک کے اکثر حکمران بھی اس کو فروغ دے رہے ہیں۔ چونکہ مغرب کی مذہب سے بیزار اور شتر بے مہار ثقافت میں بت سازی اور تصویر کشی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اس لئے مسلمان بھی اس کے دلدادہ اور گرویدہ ہو چکے ہیں اور قسم قسم کے شبہات و شکوک کے ذریعے تصویر کو جائز ہی نہیں بلکہ ایک پسندیدہ اور اچھی چیز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں-ان شبہات میں سے بعض کا تذکرہ اور ان پر تبصرہ مفید ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ تلبیس ابلیس کے برے اثرات سے مسلمان عوام کو بچایا جاسکے اور دین حق کے تحفظ کی ذمہ داری ادا کی جاسکے۔

پہلا شبہ :

اس سلسلے میں پہلا شبہ وہ ہے جس کا ذکر مشہور فقیہ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ متوفی ۷۰۲ء نے کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "ان لوگوں کی بات حق سے بہت زیادہ بعید ہے جو کہتے ہیں کہ تصویر کے بارے میں شدت اور سختی اس لئے کی گئی تھی کہ بت پرستی کا دور قریب تھا لیکن ہمارے اس زمانے میں تو اسلام پھیل چکا ہے اور اس کے قواعد واضح اور راسخ ہو چکے ہیں اور یہ دور اس دور کی طرح نہیں ہے لہذا اب ویسی سختی نہیں ہونی چاہیے یہ بات ہمارے نزدیک قطعی طور پر باطل ہے اس لئے کہ احادیث میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ آخرت میں تصویر بنانے والوں کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو تصویر تم نے بنائی تھی اس میں جان ڈال کر زندہ کرو! اور یہ علت مذکورہ قائل کی بیان کردہ علت کے خلاف ہے-اس علت کی تصریح

رسول اللہ ﷺ کے اس قول میں کی گئی ہے کہ مصورین اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت کرنے والے ہیں- یہ علت مستقل ہے'عام ہے'ممانعت کے حکم کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اور کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ایک دوسرے کی تائید و تشریح کرنے والی احادیث کثیرہ میں تصرف کر کے ایسی خیالی علت بیان کریں کہ ممکن ہے وہ شارع کی مراد نہ ہو جب کہ احادیث کے الفاظ ایک دوسری علت کا تقاضا کرتے ہیں-یعنی اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت'' (احکام الاحکام از ابن دقیق العید ج ۲ صفحہ ۱۷۱۔ ۲۷ اکتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۱)

ابن دقیق العید نے جس بات کا ذکر فرمایا ہے وہی بات آج بھی دہرائی جارہی ہے کہ بت سازی اور تصویر کشی کی ممانعت اس لئے کی گئی تھی کہ بت پرستی کا راستہ روکا جائے-چونکہ عرب اصنام واوثان کے پرستار اور پجاری تھے اس لئے ابتداء اسلام میں اس بات کا خطرہ تھا کہ تصویروں اور بتوں کا وجود نو مسلموں کو پھر شرک اور بت پرستی میں مبتلا نہ کردے لیکن جب اسلام اور توحید میں لوگ پختہ ہوگئے'ایمان ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا اور شرک و تصویر پرستی کا خطرہ باقی نہ رہا تو ممانعت کا حکم بھی باقی نہ رہا۔ابن دقیق العیدؒ نے اس کا بڑا مضبوط اور معقول جواب دیا ہے کہ احادیث میں ممانعت کی علت یہ بیان نہیں ہوئی کہ تصاویر و تماثیل سے بت پرستی کے لوٹ آنے کا خطرہ ہے بلکہ ان میں اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت کو علت اور مدار حکم قرار دیا ہے جو پہلے بھی موجود تھی آج بھی موجود ہے اور آئندہ بھی موجود رہے گی۔لہذا علت کے عموم کی وجہ سے ممانعت کا حکم بھی عام ہے اور حدیث میں منصوص علت کو نظر انداز کر کے اپنی طرف سے کوئی دوسری علت ایجاد کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔اگرچہ تخلیق تو ہر چیز کی اللہ ہی کرتا ہے لیکن بے جان اشیاء میں انسانی کوششوں

کو بھی کچھ نہ کچھ دخل ہوتا ہے مثلاً انسان تعمیرات کرتا ہے' زراعت اور کاشت کاری کرتا ہے' درخت اور پودے لگاتا ہے اور ان کی آبیاری کرتا ہے مگر جاندار اشیاء کی تخلیق میں انسان کی کوششوں کا کوئی دخل نہیں ہے- ظاہر ہے کہ رحم مادر میں حیوانات کی صورت گری کرنے اور اس میں روح پھونکنے میں انسان کو کیا دخل حاصل ہو سکتا ہے ؟ چونکہ جاندار اشیاء کی تخلیق میں اللہ کے ساتھ مشابہت بالکل واضح ہے اس لئے حدیث میں تصویر سازی کی حرمت کی علت اسے قرار دیا گیا ہے-اس شبہے کا اصولی جواب تو یہی ہے۔ لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ممانعت کی علت "بت پرستی" کا خطرہ ہے تو کیا یہ خطرہ دنیا سے ختم ہو گیا ہے ؟ کیا آج دنیا کی اکثریت شخصیت پرستی بت پرستی اور تصویر پرستی میں مبتلا نہیں ہے ؟ اس کے علاوہ یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ حکم کو کیا اجتہاد و قیاس اور عقلی تعلیل و توجیہ سے منسوخ کیا جا سکتا ہے ؟

دوسرا شبہ :

دوسرا شبہ یہ ہے کہ ممانعت کا حکم ان تصاویر و تماثیل کے ساتھ مخصوص ہے جو عبادت اور پوجا پاٹ کے لئے بنائی جاتی ہوں اور جو تصویریں مشرکانہ نوعیت کی نہ ہوں تو وہ ممنوع نہیں ہیں-لیکن جو شخص بھی تصاویر کے بارے میں احادیث پر عبور رکھتا ہو اسے اس بے سروپا اور من گھڑت بات پر افسوس بھی ہو گا اور حیرت بھی ہو گی-اس لئے کہ احادیث میں اس شرط و قید کا کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ملتا کہ پوجا پاٹ کے لئے تو تصویر بنانا حرام ہے لیکن دوسرے مقاصد کے لئے بنانا حلال ہے یا ان لوگوں کی تصویر بنانا اور رکھنا حرام ہے جن کی عبادت کی گئی ہو یا کی جارہی ہو اور جن کی عبادت نہ کی گئی ہو اور نہ کی جارہی ہو تو ان کی تصویر بنانا اور رکھنا حلال ہے-ایک درجن

سے زائد احادیث میں ممانعت و مذمت کا حکم مطلق اور غیر مشروط بیان ہوا ہے۔اگر رسول اللہ ﷺ کا مقصد پوجا اور پرستش کے لئے تصویر کشی اور بت سازی کی ممانعت کرنا ہوتا مطلق تصویر کی حرمت و مذمت مقصد نہ ہوتا تو کسی ایک موقع پر تو ارشاد فرما دیتے یا کم از کم اشارہ ہی فرما دیتے کہ عبادت کے علاوہ دوسرے مقاصد کے لئے تصویر بنانا جائز ہے۔اس کے برعکس حضرت عائشہؓ کے لٹکائے ہوئے پردے پر جو تصویر تھی اس کے بارے میں یہ کہیں نہیں آیا کہ وہ عبادت کے لئے بنائی گئی تھی بلکہ وہ تو صرف زینت کے لئے بنائی گئی تھی لیکن اس کے باوجود آپ نے اسے اتار کر پھاڑ دیا۔البتہ یہ حقیقت ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب عبادت اور پوجاپاٹ کے لئے تصاویر اور تماثیل بنایا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کو "شرار الخلق" یعنی بدترین مخلوق کا نام دیا ہے اس لئے کہ ایسے لوگ دو جرم کرتے ہیں ایک تصویر بنانا اور دوسرا اس کی پوجا کرنا اور جو لوگ تصویر بناتے ہیں مگر اس کی پوجا نہیں کرتے تو وہ ایک جرم کرتے ہیں۔گناہ کے کم اور زیادہ ہونے کا فرق تو ہے لیکن تصویر کشی تو اس لئے حرام کی گئی ہے کہ اس میں اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت ہے۔باقی رہی پوجا اور پرستش تو یہ مطلقا حرام ہے خواہ آگ کی ہو یا سورج کی ہو'قبر کی ہو'گنگا کی ہو'درخت کی ہو'پتھر کی ہو'بادشاہ کی ہو'حیوان کی ہو'انسان کی ہو یا ان چیزوں کی تصاویر و تماثیل کی' اس لئے کہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے خواہ وہ اصل ہو یا اس کی تصویر ہو۔اس کے علاوہ بت پرستی کا آغاز تصاویر سے ہوا تھا۔قوم نوح نے اپنے بزرگوں ود'سواع'یغوث'یعوق اور نصر کے مجسمے ابتداء میں یادگار کے طور پر بنائے تھے مگر آنے والی نسلوں نے ان کی عبادت اور تعظیم شروع کر دی اس لئے شریعت محمدی میں جاندار کی تصویر بنانے کو مطلقا حرام کر دیا گیا ہے خواہ عبادت کے لئے بنائی گئی ہو یا یادگار

کے طور پر بنائی گئی ہو تا کہ شرک کا راستہ بند کر دیا جائے۔

تیسرا شبہ :

بعض لوگ تصویر کے جواز کے لئے کچھ جزئی قسم کے واقعات کو دلیل بناتے ہیں جن میں بعض صحابہؓ و تابعینؒ کے گھروں میں تصویروں کا ذکر ہوا ہے لیکن میں پہلے وضاحت کر چکا ہوں کہ تصویر بنانا الگ مسئلہ ہے اور "ثوب مصورہ" کا استعمال جدا مسئلہ ہے۔ بنانا مطلقاً منع ہے اور تصویر والے کپڑے کا استعمال بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لئے جائز ہے اور تعظیم کے طور پر استعمال کرنا منع ہے۔ اس کے علاوہ اصول دین میں سے یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صریح احکام کے مقابلے میں کسی صحابی اور تابعی کا قول و عمل حجت شرعیہ نہیں ہے۔ حدیث مرفوع کے مقابلے میں کسی صحابی کا عمل یا تو عدم علم پر محمول کیا جائے گا یا پھر اس صحابی کی لغزش پر محمول کیا جائے گا۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کا عمل حجت ہے۔ لیکن آپ نے تو اپنے گھر میں بھی تصویر کو رہنے نہیں دیا جیسا کہ عائشہؓ کی مرویات سے ثابت ہوتا ہے اور کسی اور کو بھی اس کی اجازت نہیں دی۔ ہاں! ایسے تکیے یا گدے کا استعمال آپ نے کیا ہے جس کے کپڑے پر چھپی ہوئی تصویریں تھیں جس کی اجازت آپ کو جبریل نے دی تھی۔ اس سلسلے میں جو چند واقعات مروی ہیں ان سب کا اصولی جواب یہی ہے جسے اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ مگر ابن عباسؓ کے بارے میں ایک روایت مسند احمد میں نقل ہوئی ہے جس پر بعض حضرات نے بطور خاص استدلال کیا ہے اس لئے اس کی وضاحت ضروری ہے۔

عن شعبة بن دينار مولى ابن عباسؓ ان المسور بن مخرمه دخل على ابن عباسؓ يعوده من وجع وعليه برد استبرق فقلت يااباعباس ما هذا الثوب ؟

قال وما هو؟ قال هذاالاستبرق قال والله ماعلمت به وما اظن النبی نهی عن هذا حین نهی عنه الا للتجبرو والتکبر ولسنا بحمد الله کذالك قال فما هذه التصاویر فی الکانون؟قال الا تری قد احرقنا ها بالنار فلما خرج المسور قال انزعوا هذا الثوب عنی وقطعوا رؤوس هذه التماثیل قالوا یا ابا عباس لو ذهبت بها الی السوق کان انفق لها مع الرأس قال لا فامر بقطع رؤوسها (مسند احمد الفتح الربانی :صفحه ۲۸۷ – ج :۱۷)

"ابن عباس کے مولی شعبہ بن دینار سے مروی ہے کہ مسور بن مخرمہؓ جب ابن عباسؓ کی بیمار پرسی کے لئے ان کے گھر تشریف لائے تو اس وقت ابن عباسؓ کے جسم پر ریشم کی ایک چادر پڑی تھی۔ مسور نے کہا اے ابو عباس یہ کیسا کپڑا اوڑھے ہوئے ہو؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کیوں اس میں کیا نقصان ہے؟ مسورؓ نے فرمایا یہ ریشمی چادر ہے۔ابن عباسؓ نے فرمایا واللہ مجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ یہ ریشمی ہے اور میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ نے اس کے استعمال سے اس لئے منع کیا ہے کہ اس سے غرور و تکبر پیدا ہوتا ہے اور ہم الحمد اللہ ایسے نہیں ہیں۔ مسورؓ نے کہا یہ آگ جلانے کی بھٹی یا چولہے کے پاس تصویریں کیسی ہیں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے ان کو جلا دیا ہے؟ جب مسورؓ گھر سے نکلے تو ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ چادر مجھ سے ہٹا دو اور ان تصویروں کے سر کاٹ دو۔لوگوں نے کہا کہ اگر آپ ان کو سروں کے ساتھ بازار بھیج دیں تو جلدی اچھی قیمت پر فروخت ہو جائیں گی۔لیکن ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں ان کے سر کاٹ دو۔"

رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے لئے ریشم کے استعمال کو بھی ممنوع قرار دیا ہے اور جاندار کی تصاویر و تماثیل کو بھی حرام ٹھہرایا ہے لیکن ابن عباس ریشم کی چادر اوڑھے

ہوئے تھے اور ان کے چولہے کے پاس جلی ہوئی تصویریں (غالباً مجسمے) رکھی ہوئی تھیں۔حضرت مسورؓ نے ان پر اعتراض کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں دور صحابہ میں منکرات وممنوعات میں شامل تھیں اس لئے مسورؓ نے نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے کے لئے اعتراض کیا ورنہ اعتراض کرنے کی ضروت کیا تھی ؟ابن عباسؓ نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ یہ دونوں چیزیں جائز ہیں بلکہ ایک توجیہ و تاویل کی لیکن اپنی تاویل کی صحت پر اسے خود بھی اطمینان نہیں تھا اس لئے مسورؓ کے چلے جانے کے بعد انہوں نے چادر بھی ہٹوادی اور تصویروں کے سر بھی کٹوادیئے اس لئے کہ سر کٹی ہوئی تصویر جائز ہے۔

درج بالا حدیث میں ابن عباس کی ایک بشری خطا یا ضعیف تاویل کاذکر ہے جس کاازالہ انہوں نے خود ہی کر دیا تھا تو آخر یہ تصویر سازی یابت سازی کے جواز کی دلیل کیسے بن سکتی ہے ؟اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے واضح احکام کے مقابلے میں ؟حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ڈوبنے والے کو کوئی سہارا نہیں ملتا تو تنکے کو سہارا بنانے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح تصویروں کے طوفان میں گھرے ہوئے لوگوں کو جب کوئی دلیل نہیں ملتی تو تنکوں کی طرح کمزور باتوں کو دلیل بناتے ہیں۔

فوٹو گرافی کا حکم :

ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے الارقمانی ثوب کے استثناء کو دلیل بنا کر غیر مجسم اور غیر سایہ دار دستی تصویر کو جائز قرار دیا ہے جس کا تفصیلی جواب گذشتہ صفحات میں دیا جاچکا ہے۔اسی پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے فوٹو گرافی کے ذریعے تصویر کشی کو بھی جائز قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ جو شخص قلم کاری کے ذریعے کپڑے اور کاغذ پر تصاویر بنانے کو جائز سمجھتا ہو وہ فوٹو گرافی کے ذریعے تصویر سازی کو کیوں ناجائز

سمجھے گا۔؟ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :

''فوٹو گرافی رسول اللہ ﷺ اور سلف کے زمانے میں نہیں تھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصاویر اور مصوری کے متعلق جو احکام آئے ہیں کیا وہ فوٹو گرافی پر بھی منطبق ہوتے ہیں ؟جو علماء یہ سمجھتے ہیں کہ تصویر کی حرمت مجسمے کی حد تک ہے وہ فوٹو گرافی کی تصویروں میں کوئی حرج نہیں سمجھتے خاص طور سے اس صورت میں جب کہ تصویر غیر مکمل ہو۔رہی دوسری رائے تو سوال یہ ہے کہ کیا ان عکسی تصاویر کو ان تصاویر پر قیاس کیا جائے جو ایک آرٹسٹ کے برش کی تخلیق ہے ؟-----اس سلسلے میں سب سے زیادہ واضح بات مفتی مصر شیخ محمد نجیت مرحوم کا فتوی ہے۔موصوف فرماتے ہیں کہ فوٹو گرافی کے ذریعے لی ہوئی تصویر جو عکس کو مخصوص ذرائع سے روک لینے سے عبارت ہے اس تصویر کی تعریف میں نہیں آتی جس کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ جس قسم کی تصویر سازی سے منع کیا گیا ہے اس کا اطلاق تصویر ایجاد کرنے اور بنانے پر ہوتا ہے جو پہلے سے موجود یا بنائی ہوئی نہ ہو اور جس کے ذریعے اللہ کی پیدا کردہ کسی جاندار چیز کی مشابہت کی جائے لیکن کیمرہ کے ذریعے لئے ہوئے فوٹو کی حقیقت یہ نہیں ہے۔(الجواب الشافی فی اباحة التصویر الفوتو غرافی۔اسلام میں حلال وحرام۔طبع اسلامک پبلی کیشنز لاہور ص :۱۴۵-۱۴۶)

مصر کے بعض دوسرے مفتیوں کا فتوی بھی یہی ہے ملاحظہ کیجئے شیخ سائس کی کتاب ''آیات الاحکام ص:۶۱ ج:۴''ڈاکٹر احمد شرباصی استاد جامعہ ازہر کی کتاب ''یسئلونك فی الدین والحیوة طبع دارالجلیل بیروت ص :۶۳۲ ج :۱''اور ''الفتاوی الاسلامیه من دارالافتاء المصریه''طبع قاہرہ مصر ۱۴۰۲ھ۔ص ۲۴۹۸ ج۔ ۷۔دور جدید کے متجددین اور مغربی ثقافت کے مقلدین کے نزدیک تو یہ مصری فتوے قابل تحسین ہیں لیکن علماء راسخین کے نزدیک ان فتووں کی کوئی شرعی بنیاد

موجود نہیں ہے۔اس فتوے کو میں نے بے بنیاد اس لئے کہا ہے کہ احکام شرعیہ کے بنیادی مأخذ قرآن و سنت ہیں اور قرآن و سنت کی نصوص کے مقابلے میں نہ قیاس و اجتہاد کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے اور نہ عرف ورواج پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے البتہ مصالح مرسلہ اور مباحات کے دائرے میں عرف ورواج کو بھی مدار بنایا جاسکتا ہے اور قیاس واجتہاد سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن جاندار کی تصویر کی حرمت'مذمت اور موجب عذاب شدید ہونا رسول اللہ ﷺ کی قولی اور عملی سنت سے ثابت ہے۔اور یہ سنت قوی ترین اور صحیح ترین اسانید کے ساتھ احادیث کی کتابوں میں مروی ہے جیسا کہ پہلے حوالے دیئے گئے ہیں۔جن کا حاصل یہ ہے کہ کسی حیوان یا انسان کی صورت'شکل'عکس اور شبیہ کو مستقل طور پر محفوظ کرنا جائز نہیں ہے۔خواہ سنگ تراشی کے ذریعے محفوظ کیا جائے' آرٹسٹ کے برش اور قلم کاری کے ذریعہ محفوظ کر لیا جائے یا فوٹو گرافی کے ذریعے نقل مطابق اصل کو محفوظ کر لیا جائے۔ہاتھ سے بت سازی تصویر سازی اور کیمرے کے ذریعے عکس و شبیہ کو مقید کرنے کے درمیان اس کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں ہے کہ فوٹو گرافی فن تصویر سازی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جس نے اس گناہ کو آسان بھی بنادیا ہے اور عام بھی کر دیا ہے۔ پہلے ہاتھ سے شراب بنائی جاتی تھی اور آج مشینوں کے ذریعے سے بنائی جاتی ہے۔پہلے تو ہاتھ سے مجسمے بنائے جاتے تھے'آج مشینوں کے ذریعے بنائے جاتے ہیں۔تو کیا مشینوں میں بننے کی وجہ سے شراب اور مجسمے حلال ہو جائیں گے؟ ایک اور مثال پر غور فرمائیں کہ اگر کوئی شخص کفر و شرک کی باتیں قلم سے لکھ کر تقسیم کرے تو یہ حرام ہے اگر وہ یہی باتیں کمپیوٹر کے ذریعے صاف شفاف اور خوبصورت شکل میں لکھ کر تقسیم کرے تو کیا یہ حلال کام بن جائے گا؟ یا اگر کوئی شخص کفر وضلالت پر مشتمل تحریر کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں بنوا کر تقسیم کرتا ہے تو کیا یہ

عمل اس وجہ سے جائز ہو جائے گا کہ تحریر ہاتھ سے نہیں لکھی گئی بلکہ اس کا عکس مشین کے ذریعے کاغذ پر منتقل کیا گیا ہے؟ آخر حروف اور سطور' نقوش کا فوٹو اتروانے اور حیوان یا انسان کی صورت کے فوٹو اتروانے میں فرق کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مشینیں اور آلات نہ کسی چیز کو حلال کر سکتے ہیں اور نہ حرام کر سکتے ہیں بلکہ یہ تو چیزوں کو بنانے اور تیار کرنے کے صرف ذرائع ہیں۔ اچھی باتیں قلم سے لکھی جائیں' کمپیوٹر سے لکھی جائیں' ان کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں بنائی جائیں یا چھاپہ خانے میں چھاپی جائیں وہ اچھی ہی سمجھی جائیں گی اور اگر بری باتیں ان ذرائع سے لکھی جائیں تو بری ہی رہیں گی۔ اسی طرح غیر جاندار کی تصویر اگر ہاتھ سے بنائی جائے یا کیمرہ سے اس کا فوٹو اتروایا جائے' دونوں صورتوں میں جائز تصویر ہو گی اور جاندار کی تصویر ہاتھ سے بنائی جائے پھر بھی حرام ہو گی اور اگر کیمرے سے اس کا فوٹو بنایا جائے تو پھر بھی حرام ہو گا۔ جہاں تک مفتیان مصر کی اس بات کا تعلق ہے کہ کیمرے کے ذریعے اتاری گئی تصویر میں اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت نہیں ہے جو حرمت کی اصل علت ہے تو اس بات کی حیثیت واقعہ اور مشاہدہ کے خلاف ادعاء محض کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس لئے کہ اعضاء وا عصاب' ہڈی اور گوشت اور رگوں کی حقیقی تخلیق و تکوین تو بت تراش اور قلم و برش سے تصویر بنانے والا آرٹسٹ بھی نہیں کر سکتا بلکہ اعضاء کی ظاہری سطح کی شکل بنا دیتا ہے اور اسی کا نام تصویر ہے جو حرام ہے۔ اگر قلم کے ذریعے جسم اور اس کے اعضاء کی ظاہری سطح بنانا مضاہات بخلق اللہ یعنی تخلیق خداوندی کی نقالی کرنا ہے تو فوٹو میں اعضاء جسم کی ظاہری سطح کو محفوظ کر کے نمایاں کرنا کیوں نقالی اور مشابہت نہیں ہے جب کہ دستی تصویر کے مقابلے میں فوٹو کی تصویر زیادہ واضح اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ فوٹو تو عکس ہے تو آرٹسٹ کی تصویر بھی عکس ہے اصل تو

نہیں ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ آرٹسٹ نے عکس بنانے میں محنت و مشقت زیادہ اٹھائی ہے۔اور فوٹو گرافر نے کیمرے کے ذریعہ عکس و شبیہ بنانے میں کوئی زیادہ مشقت اور زحمت نہیں اٹھائی لیکن اس سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ نقالی نہیں ہے۔نقالی اور مضاہات کے لئے تکلیف اٹھانا شرط تو نہیں ہے اس کے علاوہ تصاویر کی حرمت کی وجہ اور حکمت صرف تخلیق خداوندی کے ساتھ مشابہت ہی نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ شرک کا ذریعہ بنتی ہیں۔اور یہ وجہ دستی اور عکسی دونوں قسم کی تصویروں میں موجود ہے۔ آج بھی بڑی بڑی قومی شخصیات اور مذہبی راہنماؤں کی تصویروں کی عملاً تعظیم و تکریم ہو رہی ہے۔ شیخ نجیت نے اپنے فتوے میں ایک نرالی بات لکھی ہے کہ ''جس قسم کی تصویر سازی سے منع کیا گیا ہے اس کا اطلاق تصویر ایجاد کرنے اور بنانے پر ہوتا ہے جو پہلے سے موجود یا بنائی ہوئی نہ ہو' اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ممنوع تصویر وہی ہے جو کسی فرضی چیز کی ہو اور جس کی اصل موجود نہ ہو پھر تو فرضی اور خیالی مجسموں کے علاوہ زمین پر موجود حیوانوں اور انسانوں کے مجسمے بنانا بھی جائز ہو گا جس کے شیخ نجیت بھی قائل نہیں ہیں۔اس کے علاوہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن احادیث میں تصویر سازی کی ممانعت آئی ہے ان میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ فرضی اور خیالی تصویریں منع ہیں اور جو پہلے سے موجود ہیں یا بنائی ہوئی ہیں ان کی تصویریں جائز ہیں ؟ اور دوسرا سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اصل صورت تو اللہ کی ایجاد کردہ ہے تو کیمرے کے ذریعے اس کا عکس اتارنا تصویر بنانا نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ شیخ سایس اور بعض دوسرے مفیتانِ مصر جس بات پر زیادہ زور دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ فوٹو دراصل تصویر ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک سایہ اور ظل ہے جسے قائم و ثابت اور پائیدار بنا دیا گیا ہے جیسے آئینہ' پانی یا کسی دوسری شفاف چیز میں انسان کا چہرہ اور جسم سامنے آجاتا ہے اس طرح کیمرے کے

انسان کی تصویر ہو گی اور نقل مطابق اصل ہو گی جس پر حرمت تصویر کی احادیث منطبق ہوں گی۔فوٹو گرافر کا کام بھی عکس و ظل کو نقش و مرتسم کر کے پائیدار اور خوبصورت تصویر بنانا ہوتا ہے عرف عام میں فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے اور فوٹو گرافر کو مصور کہا جاتا ہے اس لئے اس کے تصویر ہونے سے انکار کرنا ایک معروف اور آنکھوں سے دکھائی جانے والی چیز سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔اس کے علاوہ جس طرح کہ آرٹسٹ کا قلم وبرش خود بخود تصویر نہیں بناتا بلکہ اس کا ہاتھ قلم کو چلا کر بناتا ہے اسی طرح کیمرے کو بھی فوٹو گرافر چلاتا ہے یا اسے کسی جگہ فٹ کرتا ہے تو تب فوٹو بنتا ہے فرق اتنا ہے کہ کہ قلم وبرش سے تصویر بنانے میں وقت بھی زیادہ لگتا ہے اور محنت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے اور کیمرہ فوری طور پر بغیر کسی محنت و تھکاوٹ کے تصویر بنالیتا ہے اس لحاظ سے دونوں دستی تصویریں ہیں امر واقعہ تو یہ ہے کہ فوٹو کو تصویر نہ کہنا اور اسے ممانعت کی احادیث کے مفہوم سے خارج سمجھنا ایک بدیہی غلطی ہے اور خالص فریب نفس ہے جس میں جامعہ ازہر کے بعض علماء مبتلا ہو گئے ہیں مغربی تہذیب و ثقافت کے تسلط کی وجہ سے عرب وعجم دونوں میں فوٹو گرافی اور تصویر سازی ایک وبائی مرض کی طرح عام ہو چکی ہے اور لوگ اس کے اتنے زیادہ عادی ہو چکے ہیں کہ اس بیماری کو اب بیماری نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ایک جائز اور مستحسن فن سمجھا جاتا ہے اور اس کے علاج کی بجائے اسے مزید ترقی دینے کے لئے سوچا جاتا ہے لیکن چونکہ دین کے تحفظ کا اللہ نے وعدہ کیا ہے اس لئے امت میں خلفاء نبی اور وارثان رسول ؐ یعنی علماء ربانیین کی جماعت ہر وقت موجود رہتی ہے۔اور ہر صدی میں اللہ تعالی متجددین کے مقابلے میں مجددین پیدا کرتا ہے جو حق پر قائم رہتے ہیں اور حق کی اشاعت کرتے ہیں۔فوٹو کے مسئلے میں بھی برصغیر ہندوپاک کے دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث تینوں کے مراکز

ومدارس اور ان کے مستند و معتمد اکابر کا فتوی یہی ہے کہ یہ تصویر ہے اور ممنوع ہے۔ جماعت اسلامی تو فرقہ نہیں ہے اور فرقہ بننے سے اللہ کی پناہ مانگتی ہے بلکہ فرقہ واریت سے بالاتر ایک دینی جماعت اور اسلامی تحریک ہے اس کے بانی مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ اور اس جماعت کے مراکز ومدارس اور اس کے علماء کا فتوی بھی دوسرے مشاہیر علماء کی رائے کے مطابق عدم جواز کا ہے البتہ ان اکابر اور علماء میں سے جن کو اللہ تعالی نے توفیق دی ہے ان کا عمل قول کے مطابق ہے اور جن کو توفیق نہیں ملی وہ قول و عمل کے تضاد کا شکار ہو گئے ہیں لیکن نبی ﷺ کا عمل تو ان کے قول کا ناسخ بن سکتا ہے مگر کسی بڑے سے بڑے عالم کا عمل اس کے قول و فتوے کا ناسخ نہیں بن سکتا۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اگرچہ ۱۹۱۹ء میں فوٹو کو جائز قرار دیا تھا لیکن حضرت تھانویؒ سے تعلق کے بعد انہوں نے "معارف اعظم گڑھ مؤرخہ جنوری ۱۹۴۳ء میں "رجوع و اعتراف" کے عنوان سے ایک مضمون شائع فرمایا تھا کہ جس میں اپنی تصانیف اور مقالات و مضامین کی ان باتوں سے رجوع کا اعلان فرمایا تھا جو جمہور فقہاء اسلام کی تحقیق سے مختلف تھیں ان میں ایک تصویر کا مسئلہ بھی تھا جس کے بارے میں علامہ ندوی نے مندرجہ بالا مضمون میں لکھا تھا۔

"مسئلہ تصویر کے متعلق میں نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں (۱) ذی روح کے فوٹو لینے یعنی عکسی تصویر اور خصوصا (۲) نصف حصہ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا اس سلسلہ میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علماء نے بھی مضامین لکھے جن میں بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف ہیں لیکن بہر حال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آگئے ہیں اس لئے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امر اول دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے اور امر ثانی کا کھینچنا ناجائز اور کھچوانا

باضطرار جائز اور دھڑ کا بغیر سر اور چہرہ کے دونوں جائز ہیں۔" (تصویر کے شرعی احکام از مفتی محمد شفیعؒ ص : ۸ بحوالہ "تذکرہ سلیمان" از ڈاکٹر غلام محمد ص : ۱۴۷۔)

مولانا ابو الکلام آزاد بھی اپنا اخبار "الہلال" باتصویر شائع کرتے تھے لیکن ان کے معتقدین میں سے بعض نے جب رانچی جیل میں آپ کو خط لکھا کہ مجھے اپنا فوٹو بھجوا دیجئے تاکہ اسے آپ کے تذکرہ میں شائع کیا جائے تو اس کے جواب میں علامہ ابو الکلام آزاد مرحوم نے جو جواب تحریر کیا تھا وہ اسی تذکرہ میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

"تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے۔ یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور الہلال کو باتصویر نکالا تھا اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ از سر نو ان کی تشہیر کرنی چاہئے" (تصویر کے شرعی احکام از مفتی محمد شفیع مرحوم ص : ۹ طبع المعارف کراچی ۱۹۸۸ء۔)

جمعیت علماء ہند کے صدر مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ نے اپنے فتاوی کفایت المفتی جلد نہم کے بیسویں (۲۰ویں) باب میں تصویر اور فوٹو کے بارے میں ۲۷ سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور سب میں یہ کہا ہے کہ فوٹو اور دستی تصویر کا حکم ایک ہے اور دونوں ناجائز ہیں (کفایت المفتی ص : ۲۳۳ تا ۲۴۶ جلد ۹۔)

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

"تصویر بنانے اور بنوانے کی جو ممانعت ہے وہ ہاتھ سے تصویر بنانے اور بنوانے یا فوٹو کے ذریعہ سے تصویر اتارنے اور اتروانے کو شامل ہے جاندار کی تصویر خواہ کسی طریقہ سے بنائی جائے تصویر کا حکم رکھتی ہے اس کو گھر میں رکھنا ممنوع ہے۔ تصویر سے مراد چہرہ یعنی سر کی تصویر ہے خواہ ہاف ہو (نصف بدن کی) یا پورے قد کی ہاں سر اور چہرہ نہ ہو تو باقی بدن مباح ہے۔ بعض علماء مصر فوٹو کی تصویر کو مباح قرار دیتے ہیں اور بعض نصف بدن کی تصویر کو مباح قرار دیتے ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں یہ دونوں

قول مرجوح اور بے دلیل ہیں۔ البتہ لازمی سفر کے لئے یا پاسپورٹ کے واسطے فوٹو کو مباح قرار دیا جا سکتا ہے" (کفایت المفتی ص: ۲۴۱ تا ۲۴۳- جلد ۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ ۱۶ اگست ۱۹۳۱ء کو بمبئی کرانیکل میں آپ کی اور مولانا احمد سعید صاحب وغیرہ جو کانگریس ورکینگ کمیٹی میں شرکت کے لئے بمبئ گئے تھے تصویر شائع ہوئی ہے کیا یہ آپ کے علم میں شائع ہوئی ہے ؟ کیا آپ اس کو جائز سمجھتے ہیں ؟ اس کے جواب میں مفتی کفایت اللہ فرماتے ہیں :۔

"میں فوٹو لینے اور فوٹو بنوانے کو ناجائز سمجھتا ہوں میں نے خود اپنا فوٹو کسی کو بنانے دیا ہو یہ ممکن ہی نہیں ہے مجھے اس کا علم بھی نہیں کہ میرا فوٹو کس نے اور کس وقت لے لیا ہے" (کفایت المفتی ص: ۲۴۵ جلد ۹)

عرب ممالک میں اگرچہ فوٹو گرافی عام ہو چکی ہے لیکن وہاں کے مستند و معتمد علماء راسخین نے بھی جاندار کی تصویر کو حرام قرار دیا ہے خواہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو۔

ریاض سعودی عرب کے معروف عالم دین شیخ ابن جبرین ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :۔

التصوير هو عمل صورة للحيوان الحى المتحرك باختياره كالانسان والدابةو الطير ونحو ذالك وحكمه انه محرم شرعا وروى الشيخ فى دليله ستة احاديث تدل على حرمته تم قال وهذه الاحاديث ونحوهاعامة فى كل صورة سواء لها ظل اى مجسدة اولا ظل لها وهى المنقوشةفى حائط او ورق اوثوب اونحو ذالك وقد ثبت انه ﷺ دخل الكعبة وفيها صور فدعا بدلومن ماء فجعل يمحوها ويقول قاتل الله قوما يصورون مالا يخلقون وقد يستثنى فى هذه الازمنةالأوراق النقديةالتى فيها صورالملوك

وکذا الجوازات وحفائظ النفوس للحاجة و الضرورة الی حملها ولکن یقتصر علی قدر الحاجةوالله اعلم(فتاوی المرأة طبع دار الوطن ریاض ص: ۱۷تا۱۸طبع اولی ۱٤۱٤ھ)

"تصویر زندہ اور متحرک بالارادہ حیوان کی صورت وشکل بنانے کو کہتے ہیں جیسے انسان، جانور، پرندہ اور ان کی طرح کے دوسرے جاندار تصویر کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعا حرام ہے اس حکم کے ثبوت میں شیخ ابن جبرین نے چھ احادیث نقل کی ہیں جو حرمت پر دلالت کرتی ہیں اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ یہ احادیث اور اس مفہوم کی دوسری احادیث عام ہیں خواہ سایہ دار یعنی مجسم تصویر ہو یا غیر سایہ دار ہو جو دیوار یا کاغذ یا کپڑے پر نقش کی جاتی ہے حدیث میں ثابت ہے کہ رسول ﷺ کعبے میں داخل ہوئے اور اس میں تصویریں دیکھیں تو پانی کا ایک ڈول منگوا کر ان کو مٹا دیا اور فرمایا اللہ ان لوگوں کو تباہ کر دے جنہوں نے ان کی تصویریں بنائی ہیں جن میں وہ جان نہیں ڈال سکتے۔البتہ اس دور میں کرنسی نوٹ جن پر حکمرانوں کی تصویریں ہوتی ہیں یا پاسپورٹ اور شناختی کارڈوں کی تصویریں حاجت اور ضرورت کی وجہ سے حرمت کے حکم سے مستثنی کی جا سکتی ہیں لیکن یہ بھی بقدر ضرورت ہی مستثنی ہیں۔"

سعودی عرب کے مفتی اعظم اور دنیائے اسلام کے ممتاز عالم دین شیخ عبد العزیز بن باز مرحوم (ولادت ۱۹۱۱ء وفات ۱۳ مئی ۱۹۹۹ء) کا فتوی بھی یہی ہے کہ جاندار کی تصویر حرام ہے شیخ مرحوم سے سوال کیا گیا تھا کہ دیواروں پر لٹکانے اور گھروں میں شخصی تصویروں کے رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ :**لایجوز تعلیق اولا احتفاظ بصور ذوات الارواح والواجب اتلافها لقول النبی لعلی ولا تدع صورة الا طمستها ولما ثبت فی حدیث جابرؓ ان النبیؐ نهی**

عن الصورة فی البیت فجمیع الصور للذکری تتلف بالتمزیق او بالاحراق انما یحتفظ بالصور التی لها ضروة کاالصورة فی حفیظة النفوس وما اشبه ذالك(فتاوی المرأة طبع ریاض ١٤١٤ھ صفحه١٥)

"جانداروں کی تصویریں لٹکانااور ان کو محفوظ کر کے اپنے پاس رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ ان کا ضائع کرناواجب ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا کہ کسی تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑواور جابرؓ کی حدیث میں آیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں تصویریں رکھنے سے منع کیاہے اس لئے تمام وہ تصویریں جو یادگار کے طور پر رکھی گئی ہوں ان کو پھاڑ کر یا جلا کر ضائع کر دیا جائے البتہ جن تصویروں کی ضروت ہو جیسے شناختی کارڈاوراس طرح کی دوسری تصویروں کو محفوظ رکھا جاسکتاہے۔"

سعودی عرب کے ایک دوسرے ممتاز اور معروف عالم محمد علی صابونی نے اپنی کتاب "روائع البیان تفسیر آیات الاحکام" میں سورۃ سباء کی آیت ۱۳ کی تفسیر میں تفصیلی بحث کی ہے اور تصویر کے بارے میں وہی رائے قائم کی ہے جو جمہور فقہاء اسلام کی رائے ہے کہ ذی روح کی ہر قسم کی تصویر حرام ہے چاہے مجسم ہو یا غیر مجسم ہو-اور فوٹو کے بارے میں بھی علماء راسخین کی رائے کی تائید کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں :**اقول ان التصویر الشمسی (الفوتوغرافی) لایخرج عن کونه نوعا من انواع التصویر فما یخرج بالآلة یسمی صورة والشخص الذی یحترف هذه الحرفة یسمی فی الغة والعرف مصورا فاطلاق الاباحة فی التصویر الفوتو غرافی وانه لیس بتصویروانما هو حبس لظل مما لاینبغی ان یقال بل یقتصر فیه علی حد الضرورة کاثبات الشخصیةوکل ما فیه مصلحة دنیویة مما یحتاج الناس الیه والله تعالی اعلم** (روائع البیان تفیسر آیات

الاحکام از صابونی ص٤١٦'٤١٧ جلد٢)

''میں تو کہتا ہوں کہ فوٹو گرافی کے ذریعے بنائی گئی تصویر تصاویر کے انواع میں سے ایک نوع ہے اور آلے کے ذریعے لی گئی تصویر کو بھی تصویر کہتے ہیں اور جو شخص یہ کسب کرتا ہے اسے لغت اور عرف دونوں میں مصور کہا جاتا ہے اس لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ فوٹو گرافی کی تصویر مباح ہے کیونکہ یہ تصویر نہیں ہے بلکہ سایہ اور ظل کو مقید کرنا ہے البتہ اس کی اباحت کو ضرورت کی حد تک تسلیم کیا جاسکتا ہے۔مثلاً شناختی کارڈ کے لئے اور ہر اس مصلحت دنیوی کے لئے جس کے لوگ محتاج ہوں''(مثلاً پاسپورٹ)

صرف چہرے یا نصف اعلیٰ (ہاف ٹون) کی تصویر کا حکم :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چہرے یا پیٹ سے اوپر والے حصے یعنی نصف اعلیٰ کی تصویر بنانا اور رکھنا جائز ہے اس لئے کہ پیٹ کے بغیر کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور تصویر میں جب وہ اعضاء نہ ہوں جو زندہ رہنے کے لئے ناگزیر ہوں تو اس کا بنانا ممنوع نہیں ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ تصویر پہچان کے لئے ہوتی ہے اور پہچان چہرے سے ہوتی ہے لہذا چہرے کے ساتھ اگر پورے جسم کی تصویر بنائی جائے یا آدھی تصویر بنائی جائے دونوں حرام اور ممنوع ہیں اس کے برعکس اگر سر اور چہرے کے بغیر باقی پورے جسم کی تصویر بنائی جائے تو وہ جائز ہے کیونکہ اس سے پہچان نہیں ہوتی اور اس کی حیثیت ایک درخت کی ہوتی ہے۔

اسکی واضح دلیل سنن نسائی کی وہ حدیث ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے فرمایا تھا فان کنت لابد فاعلا فاقطع رأسها ''اگر تصویر والے پردے کو رکھنا ہی ہے تو تصویر کا سر کاٹ دو'' معلوم ہوا کہ سر اور چہرہ کاٹے بغیر لٹکانا جائز نہیں ہے تو بنانا کیسے جائز ہوگا؟ دار لعلوم نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول

سعیدی مدظلہ نے اس حدیث کو آدھی تصویر کے جواز کا ماخذ اور دلیل قرار دیا ہے۔ لیکن یہ حدیث تو اس بات کا ماخذ اور دلیل ہے کہ اصلی تصویر چہرہ ہے اور سر کے ساتھ بنائی گئی تصویر منع ہے خواہ پوری ہو یا ادھوری ہو اگرچہ علامہ موصوف نے آدھی تصویر کو بھی شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ ضروریات کے لئے جائز قرار دیا ہے اور بلا ضرورت شوقیہ فوٹو گرافی کو مکروہ کہا ہے (شرح صحیح مسلم از علامہ سعیدی ص ۱۷۴ ج ۶)

پاسپورٹ وغیرہ تمدنی ضرورت کے لئے نصف تصویر کو تو سب جائز کہتے ہیں لیکن اس کی دلیل اور ماخذ مذکورہ بالا حدیث نہیں ہے بلکہ "الضرورۃ تجلب التیسیر" کا قاعدہ شرعیہ ہے یعنی "ضرورت آسانی کی مقتضی ہوتی ہے" اگر اس کی دلیل حدیث ہوتی تو پھر ضرورت کے بغیر بھی نصف تصویر جائز ہوتی حالانکہ اس کے قائل علامہ سعیدی بھی نہیں ہیں حدیث مذکور سے جو حکم ثابت ہوتا ہے کہ اصل تصویر سر اور چہرہ ہی ہے اسکی وضاحت ابو ھریرۃؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔

عن عكرمة قال ابوهريرة الصورة الراس فكل شيئى ليس له راس فليس بصورة (شرح معانی الاثار کتاب الکراہیتہ ص۲۸۷ ج ٤)

"ابو ہریرۃؓ نے فرمایا ہے کہ تصویر سر کا نام ہے جس چیز میں سر موجود نہ ہو تو وہ تصویر نہیں ہے" عمدۃ القاری فتح الباری، بدائع الصنائع اور دوسری کتابوں میں جاندار کی تصویر کے استعمال کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اسکا سر کاٹ دیا جائے یہ کسی نے نہیں لکھا کہ سینے سے نیچے کا حصہ اگر کاٹ دیا جائے تو نصف اعلی کی تصویر جائز ہے۔ فتح الباری میں جو یہ لکھا ہوا ہے کہ **لكنها قد غيرت عن هيئتهااما بقطعها من نصفهااوبقطع رأسهافلا امتناع** (فتح الباری ص۵۱٦ کتاب اللباس ج ۱۲) "لیکن جب اس کی شکل بدل دی جائے یا اس طرح کہ اس کا آدھا حصہ کاٹ دیا جائے۔ یا اس

طرح کہ اس کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر ممنوع نہیں ہے" تو اس سے نصف اعلیٰ کا قطع مراد ہے جیسا کہ قطع راس کے بالتخصیص ذکر سے معلوم ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ اگر اوپر والا پورا حصہ کاٹ دیا جائے یا کم از کم سر کاٹ دیا جائے تو ممانعت ختم ہو جاتی ہے۔

بچوں کے کھلونے اور گڑیاں بنانے کا حکم :

یہ بات تو ہم نے شرعی دلائل سے ثابت کر دی ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے خواہ مجسم ہو یا غیر مجسم اور خواہ انسان کے پورے جسم کی تصویر ہو یا آدھی تصویر ہو اور مجددین کے شبہات کا ازالہ بھی ہو چکا ہے لیکن کیا اس حکم میں کوئی استثناء بھی ثابت ہے یا نہیں ؟اس سوال کے جواب کے لئے جب ہم نے کتب احادیث کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ بچوں کے کھلونے اور گڑیاں بنانا اور ان سے کھیلنا جائز ہے اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کے ذریعے لڑکیوں کو امور خانہ داری اور بچوں کی پرورش کا تجربہ حاصل ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کھلونے اسی طرح حقیر اور پامال ہوتے ہیں جس طرح کہ بچھونوں کی تصویر پامال ہوتی ہے اس بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں لیکن بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث نقل کرنا کافی ہے۔

عن عروة عن عائشةؓ قالت کنت العب بالبنات عند رسول الله ﷺ وکان یأتینی صواحبی قالت فکن ینقمعن عن رسول الله ﷺ قال انس ینقمعن یفررن قالت فکان النبی ﷺ یسر بھن الی فیلعبن معی (بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس مسلم فی فضائل الصحابه باب فی فضل عائشه)

"عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے پاس کھیلنے کے لئے آیا کرتی تھیں مگر یہ آپ کو دیکھ کر بھاگ کر چھپ جاتی تھیں لیکن نبی ﷺ ان کو میرے پاس بھیجتے تھے تا کہ وہ میرے

ساتھ کھیلیں"

عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے جب نکاح کیا تو اس وقت ان کی عمر سات سال تھی (مشہور روایت ۶ سال کی ہے) اور جب رخصتی ہوئی تو ان کی عمر نو سال تھی رخصتی کے وقت ان کی گڑیاں بھی ان کے ساتھ تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ (مشکواۃ کتاب النکاح باب الولی فی النکاح) ظاہر ہے کہ نو سال کی لڑکی کو کھلونوں اور گڑیوں کا شوق ہوتا ہے اگر یہ گڑیاں ناجائز ہوتیں تو عائشہ کو گڑیاں ساتھ لانے کی اجازت بھی نہ دی جاتی اور بعد میں بھی ان کو گھر میں رکھنے اور سہیلیوں کے ساتھ مل کر ان گڑیوں سے کھیلنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ اگرچہ بیہقی 'ابن جوزی اور بعض دوسرے محدثین کی رائے میں عائشہ کی مذکورہ حدیث تصاویر کی حرمت کے حکم سے پہلے کی ہے اور منسوخ ہے لیکن صحیح بات وہ ہے جسے امام نوویؒ نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے۔

قال القاضی فیه جواز اللعب بهن قال وهن مخصوصات من االصور المنهی عنها قال ومذهب جمهور العلماء جواز اللعب بهن وقالت طائفة هو منسوخ بالنهی عن الصور هذا کلام القاضی۔

(نووی شرح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عائشہؓ)

"قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے گڑیوں سے کھیلنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ ممنوع تصویروں سے مستثنیٰ ہیں انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جمہور علماء گڑیوں سے کھیلنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ تصویروں کی ممانعت کی احادیث سے منسوخ ہو چکا ہے یہ قاضی عیاض کا کلام ہے۔"

ملا علی قاریؒ حنفی نے مرقات شرح مشکواۃ میں بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ یہ احتمال بھی ہے کہ گڑیوں کی حدیث عام حرمت کی احادیث سے مستثنیٰ ہو اور یہ

احتمال بھی ہے کہ یہ واقعہ حرمت سے پہلے کا ہو اور بعد میں حرمت کی احادیث سے منسوخ ہو چکا ہو (مرقات طبع ملتان ص ٢٠٦ ج٦) لیکن نسخ احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتا اس کے لئے پہلے تو یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ کونسی حدیث مقدم ہے اور کونسی مؤخر ہے اور یہاں پر کوئی قطعی قرینہ ایسا موجود نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ گڑیوں کی حدیث مقدم ہے اور حرمت تصویر کی احادیث مؤخر ہیں اگر چہ قیاسات واحتمالات موجود ہیں مگر ان سے نسخ کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اور اگر تقدم ثابت بھی ہو جائے تو نسخ کی بجائے تخصیص واستثناء کا قول بہتر ہے جیسا کہ جمہور علماء کا مذہب ہے احناف کا صحیح مسلک بھی یہی ہے کہ گڑیا کی خرید و فروخت اور اس سے کھیلنا دونوں جائز ہیں۔(در مختار میں ہے کہ: **وفی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسفؒ یجوز بیع اللعبة وان یلعب بها الصبیان انتهی وقال الشامی فی حاشیته ونسبته الی ابی یوسف لاتدل علی ان الامام یخالفه لاحتمال ان لا یکون فی المسئلة قول** (شامی فی متفرقات البیوع ص ٢٩٧ ج٤)

"مجتبی شرح قدوری کے حظر واباحت کی بحث میں امام ابو یوسفؒ کا قول نقل ہوا ہے کہ گڑیوں کی بیع بھی جائز ہے اور بچوں کا ان سے کھیلنا بھی جائز ہے اس پر شامی نے لکھا ہے کہ ابو یوسف کی طرف نسبت اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ اس کے مخالف ہیں ہو سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے اس مسئلے میں کوئی رائے منقول ہی نہ ہو۔

بہت زیادہ چھوٹی تصویریں نقش و نگار کا حکم رکھتی ہیں:

ذی روح کی ایسی چھوٹی تصویریں اپنے پاس یا گھر میں رکھنا جائز ہے کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہوئی ہوں اور کوئی شخص ان کو کھڑے ہو کر دیکھے تو اسے تصویر کے اعضاء کی تفصیل نظر نہ آتی ہو اور وہ اعضاء کے درمیاں فرق و امتیاز نہ کر سکتا ہو اس لئے کہ اس نوع کی تصویریں دور سے پھول پتیاں اور نقوش دکھائی دیتی ہیں۔اس نوع کی تصویریں

صحابہؓ نے اپنی انگوٹھیوں میں استعمال کی ہیں ابن ابی شیبہ سے ان کی مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

(۱) عن حذیفہؓ کان فی خاتمہ کرکیان متقابلان بینھما مکتوب الحمد اللہ

حضرت حذیفہؓ کی انگوٹھی کے نگینے پر آمنے سامنے دوچڑیوں کی تصویر بنی ہوئی تھی اور ان کے درمیان الحمد اللہ لکھا ہوا تھا۔

(۲) کان نقش خاتم انسؓ اسد رابض

انس بن مالکؓ کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک شیر غراں کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

(۳) کان خاتم الاشعریؓ اسد بین رجلین

ابو موسی اشعریؓ کے انگوٹھی کے نگینے پر دو مردوں کے درمیان شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

(۴)عمران بن حصینؓ نقشہ تمثال رجل متقلد سیفا

عمران بن حصینؓ کی انگوٹھی کے نگینے پر ایک مرد کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کے شانے پر تلوار لٹکی ہوئی تھی۔(مصنف ابن ابی شیبہ طبع ادارۃ القرآن کراچی ۲۲۸-۲۲۹ ج ۸۔)

انگوٹھی کے نگینے پر ظاہر ہے کہ بڑی تصویر تو نہیں بنائی جاسکتی بلکہ چھوٹی تصویر ہی بنائی جاسکتی ہے جو تھوڑے سے فاصلے سے بھی نقش ونگار اور پھول پتی دکھائی دیتی ہے فقہاء نے بھی ان کو جائز قرار دیا ہے علامہ علاء الدین حصکفی در مختار میں لکھتے ہیں :۔

اوعلی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراھۃ المستبین او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائھا للناظر قائما وھی علی الارض (درمختار حاشیہ شامی ص ٦٠٦-٦٠٧ج ١)

"تصویر مکروہ نہیں ہے اگر وہ انگوٹھی پر غیر واضح نقش کی طرح بنی ہوئی ہو بحر الرائق میں کہا گیا ہے کہ اس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ واضح اور نمایاں تصویر انگوٹھی پر بھی مکروہ ہے اسی طرح وہ چھوٹی تصویر بھی مکروہ نہیں ہے جو اگر زمین پر رکھی ہوئی ہو تو کھڑے ہو کر دیکھنے والے شخص کے سامنے اس کے اعضاء کی تفصیلات واضح اور نمایاں نہ ہو سکتی ہوں"

چونکہ بعض حضرات نے صحابہ کی انگوٹھیوں پر تصویروں کی روایات پر مطلق غیر سایہ دار تصویر کے جواز کے لئے استدلال کیا ہے اس لئے میں نے ان کی حقیقت بھی واضح کر دی تاکہ کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مقابلے میں صحابی یا تابعی کا عمل حجت بھی نہیں ہے۔

شناختی کارڈ یا پاسپورٹ اور دوسری تمدنی ضرورت کیلئے تصویر کا حکم:

موجودہ تمدنی اور عالمی نظام میں شناخت اور پہچان کے لئے تصویر کا استعمال ایک قومی اور بین الاقوامی ضرورت بن چکا ہے اس لئے کہ پوری دنیا میں پاسپورٹ ویزے اور شناختی کارڈ وغیرہ میں تصویر کو لازم کر دیا گیا ہے اور کسی بھی ملک کے لئے اس کی پابندی میں دنیا سے الگ تھلگ رہنا مشکل ہے اور جرائم سازشوں اور جعلسازیوں کے انسداد کے لئے آج کے دور میں اس کی ضرورت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا اگرچہ تصویر کی پابندی کے باوجود دھوکہ وفریب اور سازش و جعلسازی ہوتی رہتی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تصویر کی پابندی اگر اٹھالی جائے تو جعلسازیوں میں مزید اضافہ ہو جائیگا اور سازشیوں کے لئے آسانی ہوگی حج وعمرہ کیلئے سفر تو لازمی ہے لیکن تعلیم، تبلیغ، تجارت اور سیاحت کے لئے سفر بھی ایک جائز ضرورت ہے اور آج کے عالمی نظام میں

ان کاموں کے لئے پاسپورٹ شناختی کارڈ اور ویزے کے بغیر سفر نہیں کیا جاسکتا اس لئے "الضروة تجلب التیسر" اور "الضرورة تبیح المحظورات" یعنی ضرورت آسانی پیدا کرتی ہے اور ضرورتوں کی وجہ سے ممنوع چیزیں بھی بقدر ضرورت مباح ہو جاتی ہیں' کے شرعی وفقہی ضابطوں کی بناء پر شناختی کارڈ و پاسپورٹ وغیرہ کے لئے فوٹو بنوانا اور استعمال کرنا جائز ہے اس کے نظائر میں گڑیوں سے چھوٹی بچیوں کا کھیلنا بھی پیش کیا جاسکتا ہے اور تصویر والے کپڑے کو بچھونے یا تکیئے کے طور استعمال کرنا بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور ان دونوں کا جواز احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے حوالے دیئے جاچکے ہیں اس لئے کہ بچیوں کی تربیت کے لئے گڑیوں سے کھیلنا بھی ایک ضرورت ہے اور باتصویر کپڑے کو بالکل ضائع کرنے کی بجائے اسے بچھونا اور تکیہ بنانا بھی ایک ضرورت ہے -اس کی ایک براہ راست نظیر بھی فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ گواہی کے موقع پر اگر شناخت کی ضروت ہو تو عورت غیر محرم لوگوں کے سامنے بھی بقدر ضرورت چہرہ کھول سکتی ہے حالانکہ چہرے پر نقاب لٹکائے رکھنا حکم قرآنی ہے -لیکن شناخت کی ضرورت کے لئے اس حکم میں لچک اور آسانی فراہم کی جاسکتی ہے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں شناخت و پہچان کے لئے تصویر کی ضرورت چہرہ کھولنے کی ضرورت کی براہ راست مثال ہے -کیونکہ ذی روح کی تصویر بنانا بھی حرام ہے اور عورت کا غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا بھی ممنوع ہے مگر شناخت و پہچان کی ضرورت کے وقت بقدر ضرورت دونوں کی اجازت دی جاسکتی ہے ایک دوسری ضرورت کی وجہ سے بھی تصویر کا استعمال جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ کرنسی نوٹ اور اس کا استعمال جس پر کسی کی تصویر بنی ہوئی ہو -اس تصویر کا بنانا تو بلا ضرورت ہے اور ناجائز ہے لیکن ان نوٹوں اور سکوں کا اپنے پاس رکھنا ایک ضرورت ہے اس لئے کہ یہ اشیاء صرف خریدنے کا ذریعہ ہیں اور ان کے بغیر زندگی گزارنی مشکل ہے امام محمدؒ کی کتاب "السیر الکبیر" میں اور

شمس الائمہ سرخسی کی "شرح السیر الکبیر" میں بلاضرورت تصویر کے استعمال کی کراہت اور بوقت ضرورت استعمال کی اباحت کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً "غازیوں کے گھوڑے کی زین یا غازی کی سپر اور ڈھال میں یا اس کے لباس میں جاندار کی تصویر ہو تو ان کا استعمال مکروہ ہے۔ (شرح السیر الکبیر ص ۱۴۶۱ ج ۴ تحقیق ڈاکٹر صلاح الدین) اسی طرح مجاہدین کے پرچموں اور جھنڈوں پر جاندار کی تصویر بنانا مکروہ ہے اس لئے کہ پرچم تعظیم واحترام کے ساتھ اٹھائے جاتے ہیں اور بلند کئے جاتے ہیں اور ضرورت کی وجہ سے استعمال کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

وان تحققت الحاجة له الى استعمال السلاح الذى فيه تمثال فلا بأس باستعماله لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة–(شرح السیر الکبیر ص ١٤٦٣ ج ٤) "اگر کسی شخص کو ایسا ہتھیار استعمال کرنے کی حقیقی ضرورت پڑ جائے جس میں جاندار کی تصویر ہو تو اس میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے اس لئے کہ ضرورت کے مواقع حرمت سے مستثنی ہوتے ہیں۔"

غازی کے گھوڑے کی زین اور غازی کے لباس میں تصویر ہو تو اسے استعمال کرنے کی اتنی شدید ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اسے بدلا بھی جاسکتا ہے لیکن ہتھیار کے استعمال کی میدان جنگ میں شدید ضرورت پڑتی ہے اس لئے اس کا استعمال اس وجہ سے ممنوع قرار دینا مناسب نہیں ہے کہ اس پر کسی نے تصویر بنالی تھی اگرچہ ہتھیار پر تصویر بنانا جائز نہیں ہے لیکن باتصویر ہتھیار کا استعمال جائز ہے اسی طرح باتصویر سکوں کے بارے میں سرخسیؒ لکھتے ہیں :۔

لا بأس بانّ يحمل الرجل فى حال الصلوة درهم العجم وان كان فيها تمثال الملك على سريره وعليه تاج–(ص ۱۴۶۶ ج ۴)

"اس میں کوئی باک نہیں ہے کہ کوئی شخص نماز کی حالت میں اہل عجم کے دراہم

اٹھائے ہوئے ہو اگرچہ ان دراہم (سکوں) پر تاج سر پر رکھے ہوئے اور شاہی تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہ کی تصویر ہوتی ہے۔"

درجہ بالا وجوہات کی بنا پر پاسپورٹ 'شناختی کارڈ 'ویزے 'نوٹوں اور سکوں کی تصاویر کی رخصت ضرورت کی بنا پر دی جاسکتی ہے اور عرب وعجم کے جمہور علماء راسخین نے ذی روح کی تصویر کو حرام سمجھنے کے باوجود مذکورہ تمدنی اور عالمی ضرورت کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا ہے۔

کیا دعوتی، تبلیغی اور تحریکی سرگرمیوں کے لئے تصویر کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

کوئی شخص یہاں پر ایک سوال اٹھا سکتا ہے کہ جب پاسپورٹ وغیرہ تمدنی ضرورت کی وجہ سے تصویر جائز ہے تو تعلیم و تبلیغ اور دعوت و تحریک کی ضرورت کے لئے کیوں جائز نہیں ہے؟ یہ اسی قسم کا سوال ہے جو ایک دوست نے ایک مجلس میں اٹھایا تھا کہ عورتوں کے لئے جب شادی اور عید کے موقع پر دف بجانا جائز ہے تو دعوت دین کے لئے دف کی موسیقی کے ساتھ ترانے سنانا کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب میں نے اپنے دوست کو یہ دیا تھا کہ صرف عورتوں کو شادی اور عید کے موقع پر شارع علیہ السلام نے اجازت دی ہے۔ جسے کوئی ختم نہیں کر سکتا اور دعوتی و جہادی ترانوں کے ساتھ دف بجانے کی اجازت شارع علیہ السلام نے نہیں دی جسے کوئی بھی دف کی ممانعت کی احادیث سے مستثنی کرنے کا حق نہیں رکھتا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ترانے بھی تھے اور دف بھی موجود تھا اگر یہ دعوت و جہاد کے لئے مفید ہوتا اور سب سے بڑے "داعی الی اللہ" اس کی افادیت اور ضرورت سمجھتے تو نہ صرف یہ کہ ترانوں میں بلکہ اذان اور تلاوت میں بھی دف کی آواز ملانے کا اہتمام فرماتے تاکہ لوگ

متوجہ اور متاثر ہو کر دعوت قبول کر لیں۔ یہی حال تصویر کا بھی ہے۔ اگر دعوت و تبلیغ اور تحریکی و جہادی سرگرمیوں کے لئے تصویر کی افادیت اور ضرورت ہوتی تو دور نبوی میں مبلغین اور مجاہدین رسول اللہ ﷺ کی تصویر سینوں پر لگائے ہوئے اور ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے جہاد و تبلیغ کے لئے جاتے لیکن اس کی تو کوئی ایک مثال بھی کسی ضعیف روایت میں بھی نہیں ملتی حالانکہ اس دور میں اگرچہ فوٹو گرافی موجود نہیں تھی لیکن کپڑوں پر دستی تصویریں بنانے کا عام رواج تھا اور اس فن کے ماہرین ہر جگہ دستیاب تھے۔ اسی طرح اگر توسیع دعوت کے لئے اور جذبہ جہاد بیدار کرنے کے لئے تصویر کی کوئی حقیقی اور شرعی ضرورت ہوتی تو مجالس و اجتماعات میں اور غزوات و سرایا میں سرور عالم اور سردار دوجہاں کے جان نثار رفقاء و کارکن آپ کی تصویر کے بینر اٹھائے ہوئے نظر آتے بلکہ مدینہ کے چوکوں میں اور مجاہدین و مبلغین کے جہادی و تبلیغی کیمپوں میں بھی جگہ جگہ آویزاں نظر آتے اسی طرح اگر یادگار کے طور پر تصویر محفوظ کر لینا مفید اور ضروری ہوتا تو جس طرح صحابہ کرامؓ نے آپ کے اقوال و افعال اور آپکے شمائل محفوظ کر کے امت کی آئندہ نسلوں تک پہنچائے ہیں اور الحمد للہ آج ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اسی طرح آپ کے حسین و جمیل چہرہ اقدس کی تصویر کو بھی محفوظ کر لیتے اور آئندہ نسلوں کو منتقل کر دیتے معلوم ہوا کہ دعوت و جہاد کا ذریعہ زبان و قلم، عملی نمونہ، مادی و افرادی قوت اور مالی وسائل ہیں تصویریں نہیں ہیں۔ بلکہ سیاسی لیڈروں اور مذہبی راہنماؤں کی تصویریں الٹا دعوت دین کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ کیونکہ اسلام کی دعوت خدا پرستی کی دعوت ہے۔ شخصیت پرستی کی دعوت نہیں ہے۔ آج کے دور فتن میں آپ جس شخص کو بھی فوٹو گرافروں کے گھیرے میں اور کیمروں کے نرغے میں دیکھتے ہیں تو ذرا توجہ سے جائزہ لیں تو وہ اپنے پرستاروں کے دل و دماغ پر اس طرح چھایا ہوا ہوتا ہے کہ اس کے کسی قول و عمل کے خلاف اگر ایک حدیث نہیں ۴۰ حدیثیں

بھی پیش کی جائیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر اسی کی بات کو دل ودماغ میں بٹھائے اور اسی کی تصویر کو سینوں پر سجائے پھیرتے ہیں اور کسی دوسری بات کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اسی کا نام شخصیت پرستی ہے۔ اور وہ شخص خوش ہو جاتا ہے کہ میں اتنا زیادہ مقبول ہو گیا ہوں کہ فوٹو گرافر میرے پیچھے پھرتے رہتے ہیں اور میں ہر وقت ان کے گھیرے اور نرغے میں رہتا ہوں حالانکہ جو شخص اپنی تصویروں یا تصویر سازوں کے گھیراؤ میں ہوتا ہے وہ رحمت کے فرشتوں کے گھیراؤ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ دینی 'اخلاقی اور معاشرتی وسماجی اعتبار سے کسی طرح بھی مسلمانوں کی قیادت کے اہل نہیں ہوتے لیکن یہی مصورین فوٹو گرافر اور صحافی اسے چند دنوں میں قوم کا ہیرو بنادیتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ کے لئے تصویروں کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا تحریکی و تبلیغی سرگرمیوں کی تصویروں کو پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر قیاس کر کے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل)

گوہر رحمان مدیر و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان۔ جولائی ۱۹۹۹ء

نوٹ :۔ آپ نے علماء کی جس کمیٹی کا ذکر کیا ہے اس کا فیصلہ غالبا ۱۹۹۱ء میں قیم جماعت کے دستخطوں سے ایک سرکلر کی صورت میں ماتحت جماعتوں کو ارسال کر دیا گیا تھا اس میں درج تھا کہ کسی کا پورٹریٹ (قد آدم تصویر) نہیں لگایا جائے گا' کسی کی تصویر کا بیج سینے پر نہیں لگایا جائے گا' کسی کی تصویر فروخت نہیں کی جائے گی اور خواتین کا فوٹو اور تصویر نہیں بنائی جائے گی۔ اسی طرح تصویروں کی نمائش نہیں کی جائی گی۔ جلسوں' جلوسوں کی تصویر کو جائز تو نہیں قرار دیا گیا تھا لیکن اس کا ذکر کمیٹی کے فیصلے میں نہیں ہوا تھا۔